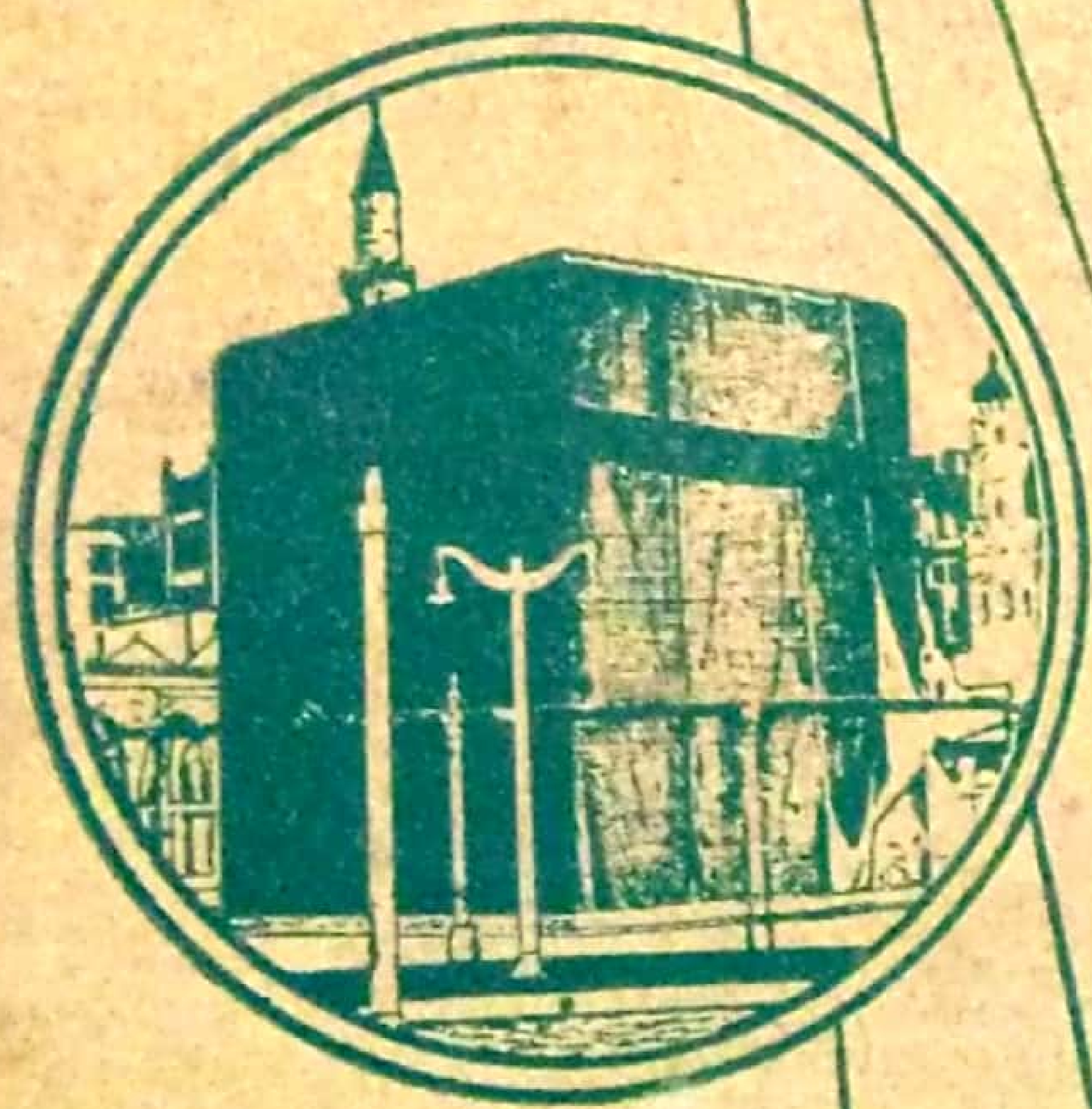
معارف القرآن

اقرأ

باسم ربك الذی خلق

خلق الانسان

القرآن



معارف





قاضی اطہر مبارکپوری

Scanned by CamScanner

معارف القرآن

حصہ اول

جس میں توحید، رسالت، کتاب، اور دینی زندگی کے عنوانات
پر قرآن حکیم کی تقریباً ایک سو آیات کے ماتحت ان کی تشریح
و توضیح کی گئی ہے اور موجودہ حالات کو پیشِ نظر رکھ کر اس
کے لئے ایک خاص طرزِ بیان اختیار کیا گیا ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوری

طابع و ناشر

محی الدین منیری

حجاز اسٹور۔ صابو صدیق مسافر خانہ کرناک روڈ بمبئی ۳

ایک روپیہ چار آنے

بار اول تعداد ۱۰۰۰

Scanned by CamScanner

عرضِ ناشر

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اُس نے "معارف القرآن" کے اشاعت کی توفیق بخشی۔ یہ کتاب الحاج مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری مدیر دینیات روزنامہ "انقلاب" بمبئی کا نتیجۂ فکر ہے۔ موصوف کو علمِ دین سے ایک گہرا لگاؤ ہے۔ آپ نے بمبئی کے اخبار بین حضرات میں دینی باتوں کے پڑھنے اور سمجھنے کا ایک ذوق پیدا کر دیا ہے، جب قلم اٹھاتے ہیں دین اور ایمان ہی سے متعلق کوئی بات لکھتے ہیں۔

بہرحال "معارف القرآن" کا مصنف اسلامی تاریخ اور دینی علوم میں ایک خاص امتیاز کا مالک ہے، اور یہ امتیاز اس کتاب کے صفحات میں نمایاں ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمّت کی صلاح و فلاح کے لیئے قبول فرمائے اور اس کی افادیت کو عام کرے۔ آمین

سرورق کا اسلامی آرٹ ہمارے محترم الحاج عبدالکریم صاحب میمنی کی توجہ فرمائی کا نتیجہ ہے جو کتاب کے بالکل شایانِ شان ہے اور حسین اقرا کے پیام کو غارِ حرا کی مناسبت کے ساتھ سمجھایا گیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کی توفیق پر بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں، امید ہے کہ پڑھنے والے کے حق میں یہ کتاب بہت مفید اور کار آمد ثابت ہوگی۔ واللہ المستعان۔

محی الدین منیری

بمبئی ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امابعد! میں نے ۱۹۴۷ء سے پہلے تقریباً ڈیڑھ سال کی مدت میں زمزم کمپنی لمیٹڈ لاہور کے لئے "منتخب التفاسیر" کے نام سے قرآن حکیم کی اُن تمام تفاسیر کا ایک خلاصہ نو سو سے زائد صفحات میں جمع کیا جو اب تک اردو میں شایع ہو چکی ہیں، اس سلسلہ میں مجھے قرآن حکیم کے بارے میں بڑی معلومات حاصل ہوئیں اور اس سے ایک خاص لگاؤ پیدا ہو گیا حتّٰی کہ صحافت کے پیشہ میں بھی اس کا ظہور ہوتا رہا، اسی کا یہ ایک نتیجہ ہے جو آپ کے سامنے "معارف القرآن" کے نام سے موجود ہے، میں نہایت صفائی سے عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ "معارف القرآن" میں جو کچھ ہے وہ نہ تفسیر ہے نہ تاویل، بلکہ قرآن حکیم کی آیات کو سامنے رکھکر ایک تحریر ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں پر موجودہ حالات کے پیش نظر تیار کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں کہیں کسی قسم کی نہ دقتِ نظر ہے اور نہ وہ باتیں ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں ہوتی ہیں۔

میں اس موقع پر برملا اعتراف و اقرار کرتا ہوں کہ میں علم و حزم کی اس منزل پر ابھی نہیں پہونچا ہوں جہاں اہلِ فکر و نظر رکھے جاتے ہیں۔ لہٰذا اہلِ علم و فضل سے گذارش ہے کہ

Scanned by CamScanner

وہ اِس کتاب میں جو غلطیاں دیکھیں سب سے پہلے مجھے مطلع کریں۔

اللہ تعالیٰ کی جناب میں تحدیث اور اظہارِ تشکر کرتا ہوا یہ ضرور لکھتا ہوں کہ اگر میں یہ اقدام اپنے پڑھنے والے عام مسلمانوں کی خواہش اور ان کے اصرار و طلب پر کرتا تو اب سے بہت پہلے "معارف القرآن" کی کئی ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہوتیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو مقبولیت عطا فرمائی تو اس کے دوسرے اجزاء بھی شائع ہوں گے، اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس میں نہ محض رائے نے رہبری کی ہے، نہ نرے جذبات و احساسات ہی اس کے ذمہ دار ہیں، بلکہ اخلاص و نصیحت کے ماتحت یہ سب کچھ لکھا گیا ہے۔

میں ان معروضات کو اسی بات پر ختم کرتا ہوں جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا ہے

"کون سی زمین میرا بار برداشت کرے گی، اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا، اگر میں اللہ کی کتاب میں اپنی رائے سے کوئی بات لکھوں —"

قاضی اطہر مبارکپوری

بمبئی جمعہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ ۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء

پرنٹر۔ اے۔ کے۔ محمد نے قادری پریس نور منزل محمد علی روڈ بمبئی ۳ میں چھاپا

اور محی الدین منیری نے حجاز اسٹور صابو صدیق مسافر خانہ

کرناک روڈ بمبئی ۱ سے شائع کیا

توحید

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝

(اللہ) وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے

سب، (پ ۱ ع ۳)

تم نے کبھی غور بھی کیا کہ یہ کارخانۂ عالم کس مخلوق کے کام آتا ہے اور اس کی ایک ایک چیز سے کون بہرہ مند ہوتا ہے؟ کیا جنگل کے شیر اس کائنات کی کلیدی اور غیر کلیدی اشیاء پر قابض و دخیل ہیں؟ کیا ملائکہ و جنات یہاں کی ہر چیز پر دھرنا مارے بیٹھے ہیں؟ اور کیا کوئی اور مخلوق اس روئے زمین کے اندر اور باہر حکمران ہے؟ اگر تم غور کرو تو معلوم ہو کہ قدرت نے اس روئے زمین کی کنجی صرف انسان کو دی ہے، اور وہ اس کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا مالک و مختار ہے، قدرت نے انسان کو زمین کی ملکیت دی، اس کے ایک ایک راز کو بتایا، اس کی ایک ایک مخفی اور ظاہری طاقت سے روشناس کرایا، چیزیں دیں، ان کے خواص بتائے پہاڑ دیئے، سمندر دیئے، صحرا دیئے، آبادیاں دیں، اور پھر ان سب کی ان تمام ودیعتوں کو بخشا، جو ان کے کام آتی ہیں، پھر اس نوازش سے پورے طور پر فائدہ حاصل کرنے کے لیئے انسان کو عقل دی، حقائق معلوم کرنے کا طریقہ بتایا، نتائج نکالنے کی راہیں دکھائیں اور علم و فن کا وہ بے بہا خزانہ دیا کہ اگر یہ نہ ہوتا، تو پھر یہ ساری دنیا اور اس کی تمام طاقت انسان کے لئے بیکار محض ہوتی، پس، اے انسانو! بتاؤ کہ تم اپنی زندگی کو اس بالادست طاقت کے سامنے جوابدہ

سمجھتے بھی ہو؟ اور کبھی تم نے سوچا کہ اس کائنات کے بارے مین کبھی تم سے سوال بھی ہوگا، اور تم اپنے محسن کی عدالت مین جوابدہی کے لیئے لائے جاؤگے؟ آخر اس دنیا کو تخلیق کرنے کے بعد قدرت نے جو تمہین بخشا ہے تو اس کا کچھ منشا بھی ہوگا؟ اور تم سے اس کا کوئی مطالبہ بھی ہوگا، اسلام اسی بات کی یاد دہانی کرنے کے لیئے آیا ہے، اور ہر انسان سے وہ یہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اُس رب العالمین کو احکم الحاکمین مانے اور اُس کو اپنا سب کچھ گردانے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اور خدا کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ وہ تمھین خوف اور لالچ کے لیئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے، اس مین عقل رکھنے والی قوم کے لیئے نشانیان ہین۔

(پ ۲۱ - ع ۶)

گرمی کا زمانہ ہے، آفتاب کی گرمی جوانی دکھا رہی ہے، زمین کا سینہ سلگ رہا ہے، درختون کے سائے سے ثمر جھڑ رہے ہین، درندے جھاڑیون مین ہین، مگرمچھ کھاڑیون مین ہین، پرندے گھنے درختون مین اپنی ننھی ننھی جانون کو دبائے ہوئے بیٹھے ہین، زمین تپ رہی ہے، آسمان شعلے برسا رہا ہے، فضا طبقۂ نار کی ہمسری کر رہی ہے، دوپہر کا وقت ویرانی و بربادی کا سمان پیش کر رہا ہے، نہ آشیانون مین نغمے ہین، نہ کھیتون مین ہریالیان ہین، نہ تالابون کے کنارے شکاری پرندے ہین، پھر کہین کوئی انسان کیسے نظر آئے، انسان سے لیکر جانور

اور چرند و پرند تک حال کی بے حالی سے بے حال ہو کر مستقبل کی امید پر زندہ ہین، یہ صورت حال چند دنون تک رہی، اس کے بعد ایسا ہوا کہ حال کے چہرے پر مستقبل کے آثار نمودار ہوئے، آسمان کی عریانیت پر بدلیون کے لباس آنے لگے، رحمتِ خداوندی نے کائنات پر رحم کی فرمایا، اور دم کے دم مین بدلیون کا کاروان اپنے جلو مین سرور و مسرت، باد و باران، نمو و روئیدگی اور وہ سب کچھ لیکر آسمان پر آگیا، جس کے لیئے تمام کائنات چشم براہ تھی، دنیا مسکرا اٹھی، صحرا، کھیت، باغ، بیابان ہنس دیئے، ویرانے جھومنے لگے، اور ناامیدی کی تمام بلائین ٹلنے لگین اور اس طرح فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا نوشتہ پورا ہوا کہ جب دنیا مین ناامیدی کی سیاہی چھا جاتی ہے تو امید کی کرن نمودار ہوتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ بادلون کی گرج، بجلیون کی چمک، بدلیون کی ہیبت ناک سیاہی، اور موسلا دھار بارش کی مہلک تباہی کے تصور سے ساری دنیا سہمی ہوئی ہے، اور ہر لحظہ ڈر ہے کہ کہین بادلون کی گرج آبادیون کو تباہ نہ کر دے، بجلیون کی چمک بھسم ہو جانے کی تمہید نہ بن جائے، غور کرو یہ خوف و رجا اور امید و ناامیدی کی کشمکش کیا رنگ پیدا کرتی ہے، اور خوف و طمع کے درمیان انسان اپنے آپ کو موت و حیات کے کس مقام پر پاتا ہے، کسان کے دل سے دعائین نکلتی ہین کہ بار الٰہا یہ بارش ہمارے لیئے رحمت ہو زحمت نہ ہو، چنانچہ اس کشمکش کی نازک گھڑی مین بھی انسانی پکار سنی جاتی ہے، اور بارش کے ہر قطرے کو انسانی زندگی کا امین بنایا جاتا ہے، جس کے نتیجہ مین زمین کا ہر مردہ ذرہ زندگی کی ودیعتون سے معمور ہو کر ہنس دیتا ہے، اور لو اور دھوپ کی جہنم مین جل بھننے کے بعد نئی زندگی سے بہرہ یاب ہوتا ہے، یہی حال انسانون کے دوبارہ جی اٹھنے کا ہوگا اور وہ مرنے اور گلنے کے بعد پھر قیامت مین جی اٹھے گا، عقل و ہوش اور دیدۂ منظر رکھنے والے کے لیئے قدرت کی رنگینی اور اس کی کارفرمائی کا ان باتون مین خزانہ ہے۔

Scanned by CamScanner

تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا ۔

وہ درخت اپنا پھل دیتا ہے، ہر زمانہ مین اپنے پروردگار کے حکم سے

(پ ۱۳۔ ع ۱۶)

زمین کس نے بنائی؟ زمین کے اندر قوتِ روئیدگی ونمو کس نے بخشی، فضا کس نے بنائی
فضا کے اندر جو چل ہوائین کس نے بھیجین؟ سمندر کس نے بنایا، سمندر کے اندر سے بھاپ کس نے اٹھا
بادل کس نے بنایا، بادل کے اندر سے بارش کے مسلسل قطرات کس نے گرائے، پھر یہ زمین وصحرا
یہ باغ وبیابان، یہ ندی ودریا، یہ خشکی وتری، یہ ہوا وفضا، یہ سردی وگرمی اور یہ فصل وموسم
کس کی ملکیت ہین، کس کے حکم سے ان کے اندر موت وحیات، بشاشت وپژمردگی، اور گریہ
وخندیدگی کے مظاہرے نمایان ہوتے رہتے ہین، ان تمام سوالون کے جواب مین تم جو چاہو کہہ دو
جن الفاظ سے چاہے تعبیر کرلو، اور جن علوم وفنون کا چاہو نام لے لو، مگر اس حقیقت سے لاکھ
بھاگنا چاہو تو نہین بھاگ سکتے کہ یہ سب قدرت کا کھیل ہے، اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی
ملکیت ہے، قدرت کے خلاف کوئی علم وفن، کوئی ایجاد واختراع اور کوئی فکر وکاوش نہین کام
کرسکتی، ہان اگر علم وفن قدرتِ خداوندی کے ماتحت ہے، اس کی حرکت ورفتار کی لگام قوانین
قدرت کے ہاتھ مین ہے، اور اس کے اندر خدا کی حاکمیت وفنا لیّت کا عقیدہ ویقین کارفرما ہو
تو یقیناً نظام قدرت مین اس سے مدد لی جائے گی، اس کی ایجادات کی افادیت کو اجاگر کیا
جائے گا اور انسان کی ایجادات کے ذریعہ قدرت کے کام کئے جائین گے،

مثلاً پیداوار اور اس کے متعلقات کی کنجی، قبضۂ قدرت مین ہے، بارش برسانا، بادلون
کا اٹھانا، مانسون کا بھیجنا، زمین کا قابلِ کاشت بنانا قدرت کا کام ہے، پھر پودون کا اگانا،
ان مین روئیدگی دینا، سرد وگرم طوفانون سے بچانا، کیڑون مکوڑون سے محفوظ رکھنا قدرت کا

کام ہے اور اس مین کوئی طاقت شریک نہین ہے، درختون کا پھل دینا قدرت کی بات ہے، سال
مین دو ایک مرتبہ پھلون کا آنا اسی کے قبضہ مین ہے، اور سال بھر برگ وبار سے لدا رہنا بھی
اسی کی بخشش ہے، پس جب درختون، پودون اور پیداوارون کی تمام تر کلیدی کنجیان قدرت
کے ہاتھ مین ہین تو پھر انسان کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ خدا سے بغاوت کرکے زمینی پیداوار پر کنٹرول
کرنے یا اسے کم وبیش کرنے کی فکر کر رہا ہے، یہ باغیانہ کوششین بارآور نہین ہوسکتی ہین البتہ ایمان
وعمل کے امتزاج سے پیدا کی ہوئی عقل سے کام لیا جا سکتا ہے، اور قدرت اسے تسلیم ورضا کا
تمغہ دیکر نواز سکتی ہے، تم دیکھتے ہو کہ دنیا مین قحط وگرانی کا طوفان برپا ہے، اور انسان خود کفیل
ہونے کے لئے خدا سے بے نیاز ہوکر طرح طرح کے آلات ایجاد کر رہا ہے، صحراؤن اور بیابانون
کے کونے کونے مین دانہ چھینٹ رہا ہے، مگر نتیجہ الٹا نکلتا ہے، کیونکہ ان کوششون مین خدا کی حاکمیت
کا رنگ نمایان نہین ہے، اور بے خدا زندگی اپنی خرمستی دکھا رہی ہے، اس کا نتیجہ خسران ہونا چاہئے

یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ النَّخِیۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ کُلِّ
الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝

اللہ تعالیٰ اگاتا ہے بارش سے تمہارے لئے کھیت، زیتون، نخلستان، انگور
اور ہر قسم کا پھل، بیشک اس مین فکر کرنے والی جماعت کے لئے نشانی ہے

(پ ۱۴۔ ع ۸)

خدا پرستی اور خدا شناسی کی بکھری ہوئی نشانیون مین سے اگر تم کسی معمولی سے معمولی نشانی
مین بھی تھوڑا بہت غور کرو تو تمھین اس مین خداشناسی کے بیشمار آثار ملین گے، اور تم پکار اٹھو گے
کہ بیشک یہ نظام کائنات اپنی گوناگون کیفیات اور متضاد حالات مین یون ہی نہین چل رہا ہے

Scanned by CamScanner

بلکہ کوئی طاقت ہے جو اسے ایک ضابطہ کے ساتھ لے چل رہی ہے، یہ بارش کے قطرات جو آسمان سے گرتے ہین اور زمین پر آکر ختم ہو جاتے ہین، کبھی تم نے غور کیا کہ وہ اپنے پروردگار کا کس قدر فیض زمین کو بخشتے ہین، اور اپنی ننھی ننھی جانون مین کتنی افادیت رکھتے ہین، یہی پانی کے قطرے آسمان سے گر کر زمین کو اپنی تمام ودیعت سونپ دیتے ہین، اور اسے زندگی کے مختلف مظاہرون سے مالامال کر دیتے ہین، ایک بارش ایک زمین پر گری مگر تم دیکھتے ہو کہ اسی ایک بارش اور ایک زمین سے اختلاف و تضاد کی کتنی رنگینیان پھلین پھولین، زمین اپنی صلاحیت و افادیت کے باوجود بیکار تھی، بارش نے اسے کام کا بنا دیا، تو پھر اس کے سینے سے وہ جوہر نمودار ہوئے، جو رنگ و بو اور مزہ مین ایک دوسرے سے مختلف ہین، ایک ہی تختۂ گل مین کوئی پھول سرخ ہے تو کوئی ہرا، کوئی زرد ہے تو کوئی سفید، کسی کا رنگ دھانی ہے تو کسی کا گلابی، کوئی ہلکا رنگ رکھتا ہے تو کوئی گہرا، پھر بو اور مہک کے اعتبار سے ہر ایک پھول کی دنیا جداگانہ ہوتی ہے، اور یہ کبھی نہین ہوتا کہ ایک پانی یا ایک زمین سے ایک ہی قسم کا درخت اُگے، پھر آگے بڑھو اور دیکھو کہ یہ گوناگون پھلون اور دانون کا اختلاف کس بالادست قوت کا پتہ دے رہا ہے، پانی کے ایک قطرہ اور زمین کے ایک ذرہ مین کس قدر استعداد و صلاحیت کے ذخیرے موجود ہین، اور پھر ان کے اختلاف و تباین کا کیسا رنگ ہے، کیا یہ صورتِ حال بلا کسی بالادست قوت کی کارفرمائی کے پیدا ہو رہی ہے؟ اور اس پر کسی ذات کا قبضہ و فیضان نہین ہے؟۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ
وَاَلْوَانِكُمْ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝

اور خدا کی نشانیون مین سے اس کا زمین و آسمان کو پیدا کرنا اور تمہاری

زبانون اور تمہارے رنگون کا اختلاف ہے، بیشک اس مین جاننے والون کے لئے بہت سی نشانیان ہین، (پ ۲۱۔ ع ۶)

خدائے واحد نے اپنے دستِ قدرت سے زمین بنائی، آسمان بنایا اور ہوا بنائی، ایک ہی زمین ایک ہی آسمان اور ایک ہی ہوا ہر جگہ ہے، مگر پھر تم دیکھتے ہو کہ ہر جگہ کی مٹی مین تاثیر الگ ہے، ہر ملک کی ہوا کا اثر دوسرا ہے، اور ہر مقام پر آسمانی اثرات مختلف قسم کے پڑتے ہین، اسی دنیا مین ایک ہی وقت مین کہین گرمی ہے تو کہین سردی، کہین رات ہے تو کہین دن کہین اجالا ہے تو کہین اندھیرا، تو بتاؤ کہ زمین کے ایک کرہ ہونے کے باوجود، آسمان کے ایک نظامِ شمسی رکھنے کے باوجود اور ہوا و فضا کے ایک ہی خلا مین رہنے کے باوجود، دنیا مین یہ لیل ونہار کی بوالعجبیان، یہ سردی و گرمی کی نیرنگیان، اور یہ اختلاف و تغیر کی بوقلمونیان کیون ہین؟ اور ان مختلف اثرات و حالات کی وجہ سے یہ ملک و قوم کی حد بندیان، نسل و رنگ کے اختلافات اور محاورہ و زبان کی علحدگیان کہان سے پیدا ہوئین اور پھر جس طرح زمین وآسمان کے ساری دنیا مین ایک ہونے کے باوجود وہ ہر مقام پر جدا جدا ہین، اسی طرح دنیا بھر مین انسان کے ایک نسل سے ہونے کے باوجود وہ ہر بستی اور ہر خطہ مین کیون جدا جدا ہے؟ اور دو ڈھائی ارب انسانون مین سب کچھ ایک ہونے کے باوجود دو انسان کیون ایک ہی نہین ہین؟۔

کیا اختلاف و تغیر کا یہ سارا نظام یون ہی چل رہا ہے، اور اس کے پیچھے کوئی باقاعدہ منظم طاقت کام نہین کر رہی ہے؟ اگر کوئی طاقت نہین ہے اور جب بخت و اتفاق کے بل بوتے پر یہ سارا نظام چل رہا ہے تو کیا اس دنیا مین کوئی اور نظام بھی شتر بے مہار ہو کر اس طرح ازل سے چلتا رہا ہے؟ اور وقت و زمانہ کی کوئی گرفت اسے اپنی جگہ سے نہین ہٹا سکی

Scanned by CamScanner

ہے؟ اگر کوئی دوسرا نظام اس قسم کا نہین ہے تو پھر یہ ایک کارخانۂ عالم اپنے اختلاف و تغیر کے ساتھ کیون باقاعدہ چل رہا ہے؟ سنو یہ اس لیئے کہ اس کے پیچھے جو طاقت کام کر رہی ہے، اس کی باگ ڈور فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے دست قدرت مین ہے اور اس کی ماتحت طاقتین (فرشتے) اس کے اشارے پر چلتی ہین، ایک خدا کی ذات پر ایمان لاؤ اور اسی پر اعتماد و عمل کی پونجی نثار کرو۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ۔

خدا کی نشانیون مین سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم بشر ہو کر پھیل گئے ہو۔ (پ ۲۱ - ع ۶)

قرآن حکیم انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور بار بار تقاضا کرتا ہے کہ خداشناسی کے لیئے اس کی مخلوق مین غور کرو اور عقل و بصیرت کی دور رسی کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل کرو، انبیاء و رسل اس بارے مین تمھاری رہبری کرتے ہین، وہ تمھارے سامنے خدا کی نشانیون کو گنا سکتے ہین، بوقت ضرورت ان کو دکھا سکتے ہین، اور تمھاری عقل و خرد کو صیقل بھی کر سکتے ہین، مگر خداشناسی تمھارا اپنا کام ہے، تم اپنے دل و دماغ سے کام لیکر اس کی معرفت حاصل کرو، اور اپنی زندگی کے اس مقصد کو پورا کرو جس کے لیئے خدا نے تمھین پیدا فرمایا ہے اس سلسلہ مین سب سے پہلی نشانی خود اپنی ذات کے اندر ہے جس کے مجموعہ کو آیات انفسیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر انسان خود اپنی ذات اور اس کے احوال و وقائع مین غور کرے تو خدا کی معرفت کی راہ پا سکتا ہے، اور پھر خدا تک پہنچ سکتا ہے، بشرطیکہ نبی و رسول کی رہنمائی مین یہ راستہ طے کرے۔

اسی نشانی کو قرآن حکیم نے یہان پیش کر کے تخلیق انسانی کی ابتدائی حقیقت کو واضح فرمایا ہے، کہ اے انسانو! خدا نے تم سب کو پہلے پہل مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد تم قدرت کی مقرر کی ہوئی ابتدائی قدرون کو طے کرتے ہوئے اس منزل تک پہنچے کہ آج دنیا مین تم پھیلے ہوئے ہو، اور تمھین اس زمین کی بادشاہت حاصل ہے، جس سے تمھارا خمیر اٹھایا گیا ہے، پس جس رب السمٰوات والارض نے تم کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر ساری کائنات پر فضیلت دی ہے، تم اس کی حاکمیت اور برتری کو تسلیم کرو، اور اس بارے مین اسلام کے بتائے ہوئے اصول و قانون کو مانو۔

هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔

اور وہی ہے جس نے مسخر کیا سمندر کو، تاکہ کھاؤ تم اس سے تازہ گوشت اور نکالو اس مین سے زیور جسے تم پہنتے ہو، اور تو دیکھتا ہے کشتیون کو چلتی ہین پانی پھاڑ کر اس مین، اور تاکہ تم تلاش کرو اس سے اللہ کے فضل (روزی) سے اور تاکہ شکر ادا کرو۔ (پ ۱۴ - ع ۸)

دنیا مین ذہنی مرعوبیت انسان کو اس طرح پچھاڑ دیتی ہے کہ پھر اس کے اوپر ہر قسم کے خیالات و تصورات کا نہایت آسانی سے قبضہ ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب انسان نے اس سطح زمین پر آسمان کے نیچے اپنی آنکھ کھولی، اور مظاہر قدرت کی عظیم الشان نشانیون کو دیکھا اور چاند، سورج، ستارے، دریا، پہاڑ اس کے سامنے آئے تو وہ ان سے مرعوب ہو گیا، ان ہی

کی عظمت اس کے دل پر چھا گئی، اور وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کے حقیقی تصور سے محروم ہوگیا، مظاہر پرستی کی وبا ین عقیدۂ توحید کی گمشدگی اسی اندوہناک صورتِ حال کا نتیجہ ہے، پھر انسانی دماغ کی صفائی کے لیۓ انبیاء ورسل کی تشریف آوری ہوئی، اللہ کی آیات برپا ہوئین، رشد وہدایت کی قندیلین روشن ہوئین، اور انسان کو سمجھا دی گئی کہ جن چیزون مین تم الجھ کر رہ گئے ہو وہ خدا کی قدرت کے مظاہر ہین، ان مین خدا کی خالقیت کا جمال وجلال ہے نہ کہ وہ خود خدا ہین،

اس سلسلہ مین قرآن حکیم بتا رہا ہے کہ یہ طویل وعریض دریا جو تمہارے لیۓ حیرت واستعجاب کا باعث ہے، اور جسے تم اپنے دل ودماغ پر مسلّط کیۓ ہوئے ہو اس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہین کہ یہ تمہارے تابع ہے، اس کی تمامتر موجودگی اور اس کے نتائج تمہارے فائدے کے لیۓ ہین، تم اس کے سینے کے اوپر کشتیان چلاتے ہو اور اس کے سینے کے نیچے سے موتیان اور طرح طرح کے قیمتی مادے نکال کر زیور بناتے ہو اور روزانہ استعمال کرتے ہو، اس سے تمہاری بہترین غذا یعنی تازہ گوشت مہیا ہوتا ہے، تم اپنی روزی کے لیۓ اسے ذریعہ بناتے ہو، اور اس پر سفر کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے آتے لے جاتے ہو، پس جب سمندر کی تمام عظمتین تمہارے لیۓ برپا ہین، اس کی تمام پیداوار تمہارے قبضہ مین ہے، اور تم اس کے وارث ہو، تو پھر تم اسے اپنا معبود کیون گردانتے ہو اور اس کی تمام عظمتون کو اپنا خادم سمجھنے کے بجائے تم خود اُن کے خادم کیون ہوتے جا رہے ہو، سمندرون اور پہاڑون کے پیدا کرنے والے اور ان کو تمہارے قبضہ مین دینے والے خدا کی حاکیت اعلیٰ کو تسلیم کرو، اور یقین وعمل سے اس کا ثبوت دو،

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۔

اور خدا کی نشانیون مین سے رات اور دن مین تمہارا سونا ہے اور خدا کے فضل سے تمہارا روزی کا تلاش کرنا ہے، اس مین سننے والی قوم کے لیۓ بہت سی نشانیان ہین، (پ ۲۱ - ع ۶)

یہ کائنات کیا ہے؟ ازل سے ایک چکر ہے جو جاری ہے، یہان وقتون کا گذرنا، دنون اور راتون کا آنا جانا، سالون مہینون اور گھڑیون کا تغیر وتبدل اسی گردش کا نتیجہ ہے، جو اگر رک جائے تو سارا نظام ہی چوپٹ ہو جائے، یہان حرکت کی عملداری ہے، ہنگامہ کا عمل دخل ہے، اور کشمکش کا ہجوم ہے، اور ان ہی ہنگامہ خیزیون کا دوسرا نام دنیا ہے، لیکن دیکھو کہ فاطر السموات والارض نے اسی ہنگامہ مین امن کو پیدا کیا، اور حرکت سے سکون کو نکالا، ہنگامۂ عالم کا ایک چکر رات بن جاتا ہے تو تم اسے اپنے سکون واطمینان کے لیۓ استعمال کرتے ہو، اور اسی ہنگامۂ عالم کا جب ایک چکر دن بن جاتا ہے تو تم اٹھ کھڑے ہوتے ہو، اور تسکین وطمانیت کی چادر اپنے بدن سے اتار کر پھینک دیتے ہو، پھر اسی خدا نے دنون کے اندر بھی تمہارے لیۓ نیند کی گھڑیان مقرر کر دی ہین اور تم چاہو تو رات کے علاوہ جو آرام کرنے اور سونے کے لیۓ بنی ہے، دنون مین بھی سو سکتے ہو، رات کے پورے حصّہ اور دن کے کچھ حصّہ مین تمہین نیند آجاتی ہے اور ہنگامۂ عالم سے یکسو ہو کر موت کے آغوش مین سو جاتے ہو اور پھر بھی اٹھتے ہو اور اپنی روزی تلاش کرتے ہو، یہ کیا ہے؟ کیا ان باتون مین تمہارے لیۓ معرفتِ خداوندی کا کوئی حصّہ ہے؟ ۔

Scanned by CamScanner

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَاِذَا جَآءَ
اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥

اور کوئی بھی رسول اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی نہین لا سکتا، پس جب
اللہ کا امر آجاتا ہے تو سچائی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، اور اس مقام
پر باطل پرست ناکام ہو جاتے ہین۔ (پ ۲۴ - ع ۱۳)

خدا اور رسول کے درمیان مین وحی الٰہی اور علاقہ روحانی کا جو سلسلہ ہے، وہ انسانیت کی آخری معراج ہے، روئے زمین پر سب سے برگزیدہ اور برتر انسان انبیاء علیہم السلام ہوتے ہین لیکن وہ انسان ہوتے ہین، آدم کی نسل سے ان کا تعلق ہوتا ہے، اور انسانی زندگی کی حدود مین ہوتے ہین، ان کے اندر تعلق مع اللہ کی ودیعت ہوتی ہے، انسانیت کی انتہائی معراج ان کا مقام ہے اور خدا کے بعد ان کی ہستی اولاد آدم کے لئے مکرم و محترم ہوتی ہے، لیکن وہ خدا نہین ہوتے، خدا کی ذات وصفات مین ان کی کوئی شرکت نہین ہوتی، خدا ہی کے فضل و احسان سے وہ اس بلند مقام کے مالک ہوتے ہین، اگر خدا نہ چاہے تو کوئی آدمی نہ نبی بن سکتا ہے، نہ نبوت کی ایک صفت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے، انبیاء جو کچھ کہتے ہین خدا کے کہلوانے سے کہتے ہین، جو کچھ کرتے ہین خدا کے کرانے سے کرتے ہین، جن حالات کا ان کے ہاتھون ظہور ہوتا ہے، خدا کے فیضان و احسان سے ہوتا ہے، اگر خدا کی مصلحت نہ ہو تو نبی نہ ایک معجزہ دکھا سکتا ہے اور نہ کوئی حکم سنا سکتا ہے، اس مین خدا کی ذات وصفات کا کوئی حصّہ نہین ہے، وہ بشر ہوتا ہے، خدا اور بشر کے درمیان کوئی قدر مشترک شے نہین ہے،

انبیاء علیہم السلام دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہتے ہین، اور قوم تسلیم و رضا اور ابا و انکار کا معاملہ کرتی رہتی ہے اس بارے مین نبی خدائی حکم کا منتظر ہوتا ہے اور جب قوم

کی بے راہ روی حد سے گذر جاتی ہے تو اللہ کا امر آتا ہے، اور نبی اور قوم کے مابین دو ٹوک فیصلہ کر دیا جاتا ہے، اہل حق اپنے نبی کے ساتھ سربلندی کے مستحق ٹھہرتے ہین، اور اہل باطل اپنے سردارون کے ساتھ ناکامی و خسران کے سزاوار بنتے ہین،

پس عقیدۂ توحید اور عقیدۂ رسالت کے درمیان وحی الٰہی اور غایت تعلق مع اللہ کے علاوہ کوئی چیز قدر مشترک کے طور پر نہین ہے، توحید و رسالت کو اپنے اپنے مقام پر رکھ کر اسلام کی حقیقی روح سے معمور ہونا چاہئے، اور ان تمام خیالات و تصورات سے بھاگنا چاہئے جن کے باعث دنیا کی دوسری قومون نے دونون کے درمیان کی حد کو پامال کر کے توحید پرستی مین آمیزش کی ہے،

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ
يَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥

جو مصیبت بھی تم کو پہنچتی ہے وہ اللہ ہی کی اجازت سے، اور جو شخص اللہ
پر ایمان لاتا ہے، اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز
کا جاننے والا ہے، (پ ۲۸ - ع ۱۶)

نفع و نقصان دو ایسے حقائق ہین جن کے لئے انسان سب کچھ برداشت کرتا ہے، اور ہر بات کا قائل ہوتا ہے، دفع مضرت اور جلب منفعت انسانی کی جبلی خواہشین اور فطری تقاضے ہین، نقصان سے بچنا اور فائدہ کا حاصل کرنا ہر شخص کا حق ہے،

انسان اس حق کے استعمال مین بسا اوقات حد سے گذر جاتا ہے، اور اپنی فن بازی و فن کاری کی جولانی دکھانے کے لئے طرح طرح کے خیالات و نظریات مین مبتلا ہو جاتا ہے

Scanned by CamScanner

اور یقین وعقیدہ کے نقوش ذہن پر کر عمل وزندگی کو نقوش کے حوالہ کر دیتا ہے، اس سلسلہ مین اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ بیشک دفع مضرت اور جلب منفعت ہر انسان کا حق ہے، اور اس حق کے استعمال کے لیئے قدرت ہر طرح کی آسانی فراہم کرتی ہے،

ہر انسان کیا مخلوق کی ہر چیز مین احوال وظروف کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی ایسی صلاحیتین رکھی ہوئی ہین جو دفع مضرت اور جلب منفعت کے کام کو پورا کرتی ہین، تم انسانون سے لے کر بے جان چیزون تک کو دیکھ جاؤ، ہر جگہ یہ حقیقت الم نشرح نظر آئے گی، مگر ساتھ ہی اسلام اس عقیدہ کو بنیاد قرار دیتا ہے کہ نفع ونقصان کا مالک صرف خدا ہے، اور جس طرح کائنات کا کوئی ذرہ اور کوئی لمحہ اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہین، اسی طرح یہ چیز بھی اس کی گرفت سے آزاد نہین ہے، انسان نفع ونقصان کے بارے مین کوشش صرف کرے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہرگز ہرگز نہ بیٹھے مگر ہر حال مین یہ عقیدہ رکھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، خدا کی طرف سے ہو رہا ہے، اور اس کی مرضی کے بغیر ایک بال بھی بیکا نہین ہو سکتا، عقیدہ کی اس چٹان سے نفع ونقصان کے اعمال وحرکات کو وابستہ رکھا جائے، تو انسان جلب منفعت اور دفع مضرت مین پوری طرح کامیاب ہو سکتا ہے اور اس کے اندر لغزش وتزلزل کو راہ نہین مل سکتی ہے، دل کی عزیمت اور ارادہ کی پختگی کا یہ بلند مقام ان ہی خوش بختون اور خوش نصیبون کے لیئے ہے، جو خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہین، اور خدا کی بخشش وفیضان سے پوری طرح معمور ومنصور رہین،

ذٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ الَّذِيْٓ
اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ

اللہ ہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور باہر کا، زبردست رحم والا جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی۔

(پ ٢١۔ ع ١٤)

خالق ارض وسموٰت کا علم اور اس کی قدرت عام ہے، اس دنیا کا عدم ہو یا وجود اور اس کے اندر کا ہست ہو یا نیست سب کچھ خدا کے علم وقدرت کے سامنے ہے، نہ ایک ذرہ اس سے غائب ہے، نہ اس کی قدرت سے دور، اس علم وقدرت کا بہترین مظاہرہ ہر چیز کی پیدائش اور اس کے ظروف واحوال کے تقاضون کی رعایت ہے،

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جس جگہ اور ماحول کے لیئے بنایا، اس کی مناسبت سے اسے تخلیقی مراعات سے نوازا، ہوا مین سانس لینے والے حیوانون کے ناک نتھنے بنائے اور پانی مین زندہ رہنے والے کے لیئے گل پھڑے بنائے، فضائی پرندون کے لیئے صرف پر کے بازو بنائے، اور مرغابی کے لیئے پنکھے کے ساتھ پیرون کی انگلیون کے درمیان جھلیان بھی پیدا کین تاکہ تیرنے مین آسانی ہو، عام جانورون کے کھر مین شگاف بنائے، مگر بوجھ لادنے والے جانورون کے کھر مین شگاف نہین بنایا تاکہ وہ ریگستانی اور پہاڑی راستون کو آسانی طے کر سکین،

غرضکہ ہر چیز کو اس کے حالات ورجحانات کے مطابق قدرت نے بہترین خلقت دی، اور اس مین کوئی کمی نہین باقی رکھی جو اس کی زندگی مین خلل انداز ہو۔

یہ چیز اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس کا علم، وجود وعدم اور ہست ونیست کی حدود وقیود سے آزاد ہے، اور اس کی قدرت کے لیئے کسی چیز کے حال اور مستقبل کا فرق کوئی حقیقت نہین رکھتا، بلکہ وہ عین وقت پر یا اس سے پہلے ہی جب چاہے کام کرتی ہے،

پس اے انسانو! تم اس کے علم وقدرت سے بچکر کہان جا سکتے ہو؟ اور اس سے بغاوت

کرکے کہاں سما سکتے ہو؟ خدا کے علم وقدرت نے تمہاری خلقت کو نہایت اچھے پیمانے پر کیا ہے تم اس کے جواب مین کیا کر رہے ہو؟

قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ، بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ۔

آپ کہہ دیجئے کہ تم ہی بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس خدا کا عذاب آجائے یا قیامت آجائے تو کیا تم اللہ کے علاوہ اور کسی کو پکاروگے؟ اگر تم لوگ سچے ہو، بلکہ اس خدا کو پکاروگے، پس اگر وہی چاہے گا تو اس بلا کو دور کرے گا جس کے لیے تم اسے پکارتے ہو، اور تم ان چیزون کو بھول جاؤگے جن کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ (پ ۷۔ ع ۱۰)

تجربات ومشاہدات کی دنیا مین اس حقیقت سے انکار دن مین آفتاب کے انکار کے مرادف ہے کہ سرکش سے سرکش ذہن جب اس کی تمام چوکڑی بھول جاتی ہے، تو تیر کی طرح سیدھا ہوجاتا ہے، اور ویسے نہین تو ایسے قول وقرار کی زندگی اختیار کرتا ہے، اور اس حقیقت کی طرح یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ مجبوری کی نیک روی کسی کام کی نہین، ہوتی اور جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے،

یہی حقیقت ہے جو فرعون جیسے منکر خدا، ناحق شناس اور شریر انسان تک مین آخری وقت ظاہر ہوئی جب کہ وہ دریائے نیل کی موجون مین گھر کر اپنی زندگی سے مایوس ہونے لگا تو ایمان باللہ کا اعلان کرنے لگا، مگر اس کا یہ اعلان نیل کی مہیب موجون کی نذر

ہو کر رہ گیا، اور اس کا کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوسکا، یہ تو ایک حقیقت ہے اب اسی کے ماتحت آپ سوچیے کہ آج بھی بڑے بڑے دہریئے، لامذہب، منکر خدا، روحانیت کے باغی، اور تقدیر خداوندی کا مذاق اڑانے والے جب زندگی کی الجھنون مین پھنستے ہین، اور اپنی باغیانہ تدبیرون سے عاجز ہوجاتے ہین، تو بے ساختہ اسی خدا پر ان کی بھی نظر جاتی ہے، جس کے وہ منکر ہوتے ہین، اور جو رب السمٰوات والارض ہے، اس حقیقت کی لپیٹ مین آج کی باغی دنیا کے بڑے بڑے باغی آتے رہتے ہین، اور قدرت کا یہ تماشا ظاہر ہوتا رہتا ہے، کہ ویسے نہین تو ایسے خدا کا اقرار کرو، پس جب یہ حال ہے تو تم کیون ایسا نہین کرتے کہ برے دن کی بلاکتون سے بچے ہوئے اچھے دنون ہی مین اسی خدا کو پکارو جس کے قبضۂ قدرت مین اچھائی اور برائی کی لگام ہے،

سکون واطمینان اور امن وامان کی گھڑیان کیون تمہین خدا سے باغی بنا دیتی ہین، اور جب زندگی کے مکروہ دن گردن دباتے ہین تو جبر واکراہ سے اس کے در پر جاتے ہو، ایسا جانا خوش بختی، وخوش نصیبی حاصل کرنے کے لیے نہین ہوا کرتا بلکہ اپنی بدبختی وبدنصیبی کی سزا بھگتنے کے لیے ہوتا ہے، اے لوگو! سمجھو اور عدوان وشرارت سے باز آجاؤ،



Scanned by CamScanner

رسالت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

اور تحقیق کہ بھیجا ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسولون کو، ان مین سے بعض کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے ہین، اور بعض کے واقعات نہین بیان کیے، (پ ۲۴۔ ع ۱۳)

اسلام مین "ایمان بالرسل" بنیادی درجہ رکھتا ہے، کوئی شخص تمام دوسرے اسلامی اعتقادات و تصورات کو مان لے، مگر ساتھ ہی خدا کے کسی ایک نبی اور رسول کی حقانیت کو تسلیم نہ کرے تو وہ قطعی طور سے خارج از اسلام ہوگا، اور مسلمان نہین ہو سکتا

قرآن کہتا ہے کہ خطۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہین ہے، جہان خدا کا نذیر نہ پہنچا ہو، اور خدائی احکام و اوامر کی تبلیغ نہ کی ہو، نیز قرآن نے بتایا ہے کہ دنیا کی ہر قوم کے پاس خدا کے پیغامبر آئے، اور اس قوم کی زبان مین آئے، ان کے خطاب کا وہی طریقہ اور لب و لہجہ تھا جو ان کی قوم کا تھا، پس ان تصریحات کے بعد ایک مسلمان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ روئے زمین پر جس قدر خدا کے پیغمبر آئے، ان کا آنا برحق ہے، ان کی تعلیمات برحق ہین، اور اپنے وقت مین ان کے احکام و اوامر برحق تھے، نیز اس زمین کا کوئی ملک تو درکنار کوئی علاقہ ایسا نہین ہے، جہان انبیاء و رسلؑ کی تشریف

آوری نہ ہوئی ہو، بلکہ ہر علاقہ مین وہان کی قوم اور زبان مین انبیاء و رسلؑ کی بعثت ہوئی ہے

یہ دوسری بات ہے کہ قرآن نے اپنی ابتدائی مخاطب قوم کے علم و ماحول کا لحاظ فرماتے ہوئے ان ہی کے اطراف و جوانب کے انبیاء و رسل کے اسماء و حالات بطور مثال کے بیان کر دیئے تاکہ قرآن فہمی کے ابتدائی مخاطبون کے لیئے آسانی ہو،

اسی حقیقت کو اوپر کی آیات مین بیان فرمایا جا رہا ہے، کہ قرآن مین جن نبیون اور رسولون کا ذکر ہے وہ اپنی جگہ پر ہین، ان کے علاوہ بھی اس روئے زمین کے ہر علاقہ اور ہر زبان رسول آئے ہین، وہ بھی برحق ہین، اجمالی طور سے ان پر بھی تم ایمان لاؤ، اب ہم مسلمان جن نبیون اور رسولون کے نام اور حالات کی خبر اپنے قطعی طریقون سے پاتے ہین، ان کے اسماء و حالات سمیت ان پر ایمان لاتے ہین، اور جن کے نام یا حالات ہمین اپنے قطعی اور یقینی طریقون سے نہین ملے ان پر اجمالی ایمان لاتے ہین، دنیا کا ہر مذہب دوسرے کے پیشواؤن کا انکار کر کے مکمل ہوتا ہے، مگر اسلام سب پر ایمان لا کر پورا ہوتا ہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ.

اور ہم نہین بھیجتے ہین رسولون کو مگر وہ بشارت دینے والے ہوتے ہین، یا ڈرانے والے ہوتے ہین، اس کے بعد جو لوگ ایمان لا کر عمل صالح کرتے ہین، ان کے لیئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہون گے اور جن لوگون نے ہماری آیتون کو جھٹلایا ان کے فسق کی وجہ سے ان کو عذاب پکڑے گا۔ (پ۷۔ ع۱۱)

Scanned by CamScanner

ارادہ و تدبیر کی اور ہوا و ہوس کے گھٹیوں کے انحراف سے منافقانہ گمراہی کی صورت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ نصیحت اور سمجھانے بجھانے کے لیے یہی دو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، یعنی یا تو حالات و واقعات کے نتائج کی ناگواری سے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے، اور اس کو انذار کہتے ہیں اور یا ان کی خوشگواری کی خوشخبری دی جاتی ہے، اور اس کو تبشیر کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کا مشن چونکہ دنیا کے لیے درمیانی زندگی کا داعی ہوتا ہے جس میں نہ صرف امید ہی و تمنا اور یاس و حرمان نصیبی ہو کہ انسان جیتے جی مر جائے اور رہبانیت و جوگ کی زندگی بسر کرنے لگے اور نہ ہی اس میں سراسر خوشخبری و بشارت ہی ہو کہ انسان خوشی و مسرت میں پھنس کر رات دن خرمستی کرتا رہے، اور زمین پر شر و فساد کی گرم بازاری برپا کرے، بلکہ آس یاس اور امید و ناامیدی کے درمیان انبیاء علیہم السلام ایسی راہ پیش کرتے ہیں، جس کا اعتدال کامیاب و کامران نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے،

چنانچہ جو لوگ اس راہ پہ آجاتے ہیں اور تسلیم و رضا کے بعد عمل و کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کے لیے عواقب و نتائج کی تمام اچھائیاں ہوتی ہیں، اور ان کو زندگی کی راہ میں کسی موڑ پر رنج و غم اور حزن و ملال کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا، بخلاف اس کے جو لوگ خدا کی آیتوں اور اس کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں، اور اپنی غلط روی پہ قائم رہتے ہیں، وہ مآل کار کی اس ہولناک خرابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کے بعد کوئی خرابی نہیں،

آج بھی جو لوگ امید و خوف کی درمیانی زندگی بسر کرتے ہیں، ان کی زندگی کا رہوار کامیابی کی منزل پہ پہنچتا ہے، اور جو لوگ ادبار و انکار کی روش اختیار کرتے ہیں، وہ آخر کار ناکام ہو جاتے ہیں،

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم فسئلوا اهل الذکر
ان کنتم لا تعلمون

اور نہیں بھیجا ہم نے رسول بنا کر آپ سے پہلے مگر مردوں کو، وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف پس تم لوگ اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے دریافت کرو

(پ ۱۴، ع ۱۱)

انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ نے انسانوں ہی کو بھیجا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آدمیوں کی ہدایت کے لیے جنات رسول بنکر آئے ہوں، یا فرشتوں کو آسمان سے بھیجا گیا ہو، اور بشری رشد و ہدایت کے لیے غیر بشری قوت کو استعمال کیا گیا ہو،

کیونکہ اس صورت میں ذہنوں اور مزاجوں کا ٹکراؤ ہو جاتا اور اصلاح و احسان کے بجائے فساد و بدی کا ظہور ہوتا، مزاجوں کا اختلاف سلسلۂ رشد و ہدایت کو توڑ کر رکھ دیتا اور خدا کی پاک زمین خون و خرابہ سے ناپاک ہو جاتی، اسی لئے قدرت نے ہر مخلوق کی رہبری کے لیے اسی میں سے رہنما بھیجا، اور جس مخلوق کو جس قسم کی رہنمائی کی ضرورت تھی، اسی کے مطابق رہنما آئے،

اسی سلسلہ میں انسانوں کی رہنمائی کے لیے انسان انبیاء و رسلؑ کی بعثت ہوئی، تاکہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں، باہمی تعلقات وسیع ہوں، عواطف و رجحانات کی ہم آہنگی صحت مند ماحول کو پیدا کرے، اور نظام انسانی کی ہر حرکت مادیت و روحانیت کے امتزاج سے اعتدال پر ہو سکے، پس جب یہ بات ہے تو پھر انسان کیوں تمنا کرتا ہے کہ اس کی ہدایت کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوں، یا خدا خود رہنمائی کے لیے روپ بدل کر دنیا میں براجمان ہو جائے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے داعی اللہ نہیں ہوتے، اللہ کے بندے

Scanned by CamScanner

اور انسان ہوتے ہیں، ان میں خدائی ذات اور خدائی صفات کا کوئی حصّہ جزو مشترک کے
طور پر نہیں ہوتا، بلکہ انبیاء و رسلؑ خدا کے بالکل قریب اور خدا سے بالکل الگ ہوتے ہیں،
پس جب انسانی ہدایت کے لئے انسان ہی کام آتے ہیں تو تم کہاں بھٹک رہے ہو یا
دوسری ہدایت کے لئے ارباب علم و دین کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ان سے معلومات
حاصل کرو، عالم بننے والے جاہلوں اور اپنے کو ہادی و مرشد ظاہر کرنے والے گمراہوں
کے پاس کہاں جاتے ہو؟ ان حضرات سے معلومات لو جو خدا کے نیک بندے ہیں اور جو
انبیاء و رسلؑ کے علوم کے سچے وارث ہوتے ہیں،

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا
خٰلِدِيْنَ ۝

اور نہیں بنائے ہم نے ان کے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ
تھے وہ ہمیشہ رہنے والے (پ ۱۷-ع ۱)

اسلام کے نظریۂ نبوت و رسالت میں اور غیروں کے نظریہ میں بڑا فرق اور بنیادی
اختلاف ہے، اسلام میں نبوت و رسالت، بندے اور خدا کے درمیان ایک مقام یا
ایک سفارت ہے، جس کی ذمہ داری انسانوں کی جماعت میں سے برگزیدہ حضرات
کے سپرد کی جاتی ہے، وہ آدمی ہوتے ہیں، آدم زاد ہوتے ہیں، جن اور فرشتے کی
نسل سے نہیں ہوتے، جسمانی مادوں اور ان کی ضروریات کے ساتھ ہوتے ہیں، وہ بھی
صحت و مرض کے عوارض سے دوچار ہوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں وہ عام انسانوں ہی کے
مانند ہوتے ہیں، وہ صرف روح نہیں ہوتے کہ نہ کھانے کی ضرورت ہو، نہ پینے کی، اور نہ

پوری دعت کا معاملہ پیدا ہو، بلکہ وہ جسم والے ہوتے ہیں اور جسم کے تمام تقاضے اور لوازم بھی ان کے
ساتھ ہوتے ہیں، پھر وہ عمر کے اعتبار سے بھی عام انسانوں سے مختلف نہیں ہوتے، ان کی عمر طبعی
عام لوگوں کی عمر طبعی کے مطابق ہوتی ہے، خلود و دوام ان کے لئے نہیں ہوتا، یعنی انبیاء علیہم السّلام اپنی
ذات و صفات کے اعتبار سے کامل و مکمل انسان ہوتے ہیں، اور ان کے اندر خدا کی ذات و صفات
کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا، انبیاء کی یہ ذات و صفات تو اللہ جل جلالہ کی ذات اور صفات کے مقابلہ
میں ہے، عام انسانوں کے مقابلہ میں انبیاء علیہم السّلام معراج و ترقی کے انتہائی مرتبہ پر ہوتے ہیں،
ان کے علاوہ دنیا کا کوئی انسان ان کے مرتبہ کی ہوا تک نہیں پا سکتا، وہ خدا کے سب سے برگزیدہ اور
پیاری مخلوق ہوتے ہیں، غیر نبی ازل سے لیکر ابد تک عبادت و ریاضت میں سر مارتا رہے مگر کسی
نبی کے ادنیٰ مرتبہ کو بھی نہیں پہونچ سکتا، نبوت و رسالت وہبی چیز ہے، یہ کمانے سے حاصل نہیں
ہوتی، صرف خدائی عطیہ ہے، اور اس کے علاوہ تمام بزرگی کسبی ہے، اور انسان اسے کما کر حاصل
کر سکتا ہے، پس کوئی نبی خدا کا شریک نہیں ہو سکتا، اور کوئی بزرگ نبی کا شریک نہیں ہو سکتا، نبوت
نبوت، ولایت الگ الگ چیزیں ہیں،

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ
وَلَا بِكُمْ ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰىٓ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ۝

آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں، اور مجھے اس بات کا علم
نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، میں تو اس چیز
کی اتباع کرتا ہوں جس کی وحی مجھ پر نازل کی جاتی ہے اور میں صرف

Scanned by CamScanner

صاف ڈرانے والا ہون، (پ ۲۶ - ع ۱)

رسولون اور نبیون کی دنیا مین تشریف آوری اسی وقت سے جاری ہے جب سے کہ انسان نے گمراہی کی راہ اختیار کی، نور و ظلمت کا سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا ہے، یہ حق و باطل کی آویزش کوئی نئی چیز نہین ہے، نبی آخرالزمانؐ کی تشریف آوری دنیا کے لئے کوئی عجوبۂ روزگار چیز نہین ہے، اس کی تعلیمات کوئی اچنبھا نہین ہے، اور اس کے احکام و اوامر انسان کی زندگی کے لیئے جانی پہچانی چیز ہین، یہ رسول نہ انسانیت کی حد سے بالاتر ہو کر بات کرتا ہے، نہ ان خیالات کو پیش کرتا ہے، جن سے ذہن و دماغ نا آشنا ہون، بلکہ یہ ان ہی حقیقتون کو اجاگر کرتا ہے، جن پر انسان نے جان بوجھ کر پردہ ڈالدیا ہے، وہ سراسر انسانی ماحول کی گفتگو کرتا ہے، وہ خدائی علم و قدرت کا دعویٰ نہین کرتا، کہ تم اسے بُت بنا کر پوجو، نہ وہ خدا کے قانون سے اپنے کو آزاد تصور کرتا ہے، بلکہ اُس کا اعلان ہے کہ مین اپنی طرف سے کوئی دعوی نہین کرتا ہون بلکہ ان ہی باتون کی اتباع کرتا ہون جو میرے پروردگار نے مجھے بتائی ہین اور ان ہی باتون کو لیکر بلا لگی لپٹی کے تمہین ڈرا رہا ہون، پس تم میری دعوت کو مانو اور اس نقطۂ نظر سے مانو کہ مین بھی آدمی ہون، آدمیون کے لیئے خدائی ہدایات پیش کرتا ہون، خود اس پر عمل کرتا ہون، دوسرون سے عمل کراتا ہون، نہ مین خدائی مین شریک ہون، اور نہ تم سے اپنی بندگی کے لیئے کہتا ہون،

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ
وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْ أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ۝

یہ وہ لوگ ہین جن کے متعلق خدا جانتا ہے کہ ان کے دلون مین کیا ہے آپ ان سے برطرف ہو جایئے اور انہین وعظ سنایا کیجئے اور ان کے بارے مین

اُن سے اچھی بات فرمایا کیجئے (پ ۵ - ع ۶)

یہ درست ہے کہ رشد و ہدایت دینا خدا کا کام ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ خدا ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، مگر خدا کے علم و قدرت کی وجہ سے ہادیون کی ذمہ داریان ختم نہین ہو سکتی ہین، اور رہنمائی کرنے والون کو اپنا کام جاری رکھنا پڑے گا یہ نہین ہو سکتا کہ وہ قدرت پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائین اور اپنے فریضہ کو ادا نہ کرین یہ دوسری بات ہے کہ گمراہون کی مسلسل گمراہی کو دیکھتے ہوئے ارشاد و تبلیغ کا طریقہ بدل دینا پڑے۔ اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیئے دوسری راہ اختیار کرنی پڑے۔ اور عام دعوت ہٹ کر ہٹ دھرمی کرنے والے کفار و مشرکین اور منافقین کے مناسب حال دعوت کا پہلو اختیار کرنا پڑے۔

اوپر منافقون کا ذکر فرمایا گیا ہے، پھر ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اے رسول! خدا ان کی رگ رگ سے واقف ہے، اور ان کے دلون کے کھوٹ کو وہ خوب جانتا ہے، یہ لوگ رشد و ہدایت پانے کی تمام استعدادون اور صلاحیتون سے محروم ہو چکے ہین، اور ان کے لیئے محرومی و ناکامی ثبت ہو چکی ہے، مگر آپ اپنے منصب جلیل پر رہتے ہوئے ان سے اس طرح دور رہیئے کہ ان کو اسلامی زندگی کا شریک نہ سمجھئے اور ان کی چالون سے اسلامی معاشرہ کو محفوظ رکھیئے مگر ساتھ ہی اپنے کام کو کئے جایئے، جہان تک رشد و ہدایت اور وعظ سنانے کا تعلق ہے آپ اتمام حجت کے لیئے وعظ و نصیحت کی باتین ان کو سنایا کیجئے، اور ان کے بارے مین ان سے ایسی باتین کہیئے جو ان کے دلون مین لگ جائے، اب یہ خدا کا کام ہے کہ وہ ان کو اس کے قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے یا نہین، آپ اپنا کام کرتے رہیئے خدا اپنا کام کرے گا، آج بھی رشد و ہدایت کی یہی سبیل جاری ہے، اور رہے گی، گمراہون کی گمراہیون اور بے راہ روؤن کی بے راہ

رویون سے کبیدہ خاطر ہو کر ارباب رشد و ہدایت پیٹھ نہین جائین گے، بلکہ وہ اپنا فریضہ موقع و حال کی مناسبت سے ادا کرتے رہین گے،

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ، وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

آپ کہدیجئے کہ یہ میری راہ ہے کہ مین اللہ کی طرف دعوت دیتا ہون، مین اور میرے ساتھی ایک "بصیرت" پر ہین اور اللہ کی ذات پاک ہے اور مین شرک کرنے والون مین سے نہین ہون، (پ ۱۳ - ع ۶)

اسلام کوئی ڈھکی چھپی چیز نہین ہے اور نہ ہی دنیا کے لیے اس مین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش ہے، اس کی دعوت بہت صاف ستھری اور بے غبار ہے، نہ اس مین رنگ آمیزی ہے نہ مجاز پرستی، بلکہ وہ سراسر حقیقت ہے، اور کھلی ہوئی روشنی ہے، اس کی دعوت صرف توحید کی دعوت ہے جس مین نہ یہودیت و مسیحیت کی طرح توحید کے حصے بخرے ہین، نہ دوسرے مشرکون کی طرح مظاہر پرستی اور مجاز نوازی ہے بلکہ وہ حنفیت کی دعوت ہے، جس مین خدا کی ذات کی طرح خدا کی صفات کی بھی توحید ضروری ہے، اور خدائی ذات مین نہ کوئی ملک مقرب شریک ہے، نہ بشر مکرم، جہان تک خدا کی ذات و صفات کا تعلق ہے، اسلامی توحید کے نقطۂ نظر سے اس حد مین کسی غیر خدا کی ذات و صفات کا داخلہ نہین ہے، پھر یہ دعوتِ توحید و خدا پرستی صرف نظریۂ و خیال تک محدود نہین ہے، بلکہ اس کے داعی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے والے حضرات عزم و یقین اور علم و بصیرت کی چٹان پر جمے ہوئے ہین، اور وہ لوگ اس دعوت کو صرف زبان ہی سے پیش نہین کرتے، بلکہ عمل و کردار سے بھی یہی دعوت دیتے ہین اور ثابت کرتے ہین،

اسلامی توحید، دیگر مذاہب کی طرح صرف ایک خیالی اور تصوری بات نہین ہے کہ جیسے چاہو اسے مان لو، بلکہ اسلام کی اس دعوت کے لیے، وہ طاقت موجود ہے، جو اقرار لسان تصدیق جنان اور عمل ارکان کے ایک جگہ مل جانے سے پیدا ہوتی ہے، اور جسے پا جانے کے بعد انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ خدا پرستی کے بارے مین اب مین ایک ٹھوس "بصیرت" اور نہ ختم ہونے والی "عزیمت" کا مالک ہون۔ اور خدا پرستی کی اس راہ سے اب مجھے کوئی طاقت ہٹا نہین سکتی، اور دوسرے تصورات و خیالات مجھ پر راہ نہین پا سکتے،

آج کے مسلمان توحید پرستی کے ضرور دعویدار ہین، اور وہ خدا کی واحدانیت کے قائل ہین، مگر اعتقاد کی کمزوری اور عمل کے فقدان کی وجہ سے ان کو وہ "بصیرت" کا مقام حاصل نہین ہے، جس کے مل جانے پر انسان سب کو پا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح دین کے سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کے بارے مین شک مین ہو تو سن لو مین ان بتون کی پوجا نہین کرتا ہون جن کو تم خدا کے علاوہ پوجتے ہو، لیکن مین اس خدا کی عبادت کرتا ہون، جو تمھین موت دیتا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مین مومنون سے بن جاؤن، (پ ۱۱ - ع ۱۲)

اسلام کی دعوت اور اس کے اعمال وعقائد دنیا مین پوشیدہ رہنے کے لیۓ نہین آۓ ہین، بلکہ ان کا منشا ہی یہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم، ہر جماعت، ہر نسل، ہر بستی، ہر آبادی اور ہر گوشے مین ان کی تبلیغ کی جاۓ، اس لیۓ اس کی دعوت مین ایچ پیچ اور رکھ رکھاؤ نہین ہے، اسلام کی پکار یہ ہے کہ اے انسانو! اسلام کے متعلق یہ حقیقت سمجھ لو کہ اس مین شرک اور کفر کی قطعی گنجائش نہین ہے، نہ خدا کی ذات مین کوئی چیز شریک کی جا سکتی ہے، نہ اس کی صفات مین میل تسلیم کیا جا سکتا ہے، بلکہ یہان تو صرف اس خداۓ واحد کی پرستش ہوتی ہے، جو موت وحیات کا مالک ہے، جو کائنات کو زندگی اور مرگ سے دوچار کرتا ہے، پیغمبر اسلامؐ کے ذریعہ اعلان کرایا جا رہا ہے کہ ان حقائق کو کھول کھول کر آپ دنیا کے انسانون کو سنا دین تاکہ اس دعوت مین کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہ جاۓ،

ایک مسلمان کی زندگی کو اسی عقیدۂ توحید کا ترجمان ہونا چاہیۓ، اس کے چہرے بشرے چال ڈھال اور عمل و کردار سے اسی وحدت پرستی کا مظاہرہ ہونا چاہیۓ، مسلمان بتائین کہ کیا آج وہ اس زندگی کے حامل ہین؟ یا ان کے اعمال وعقائد اس کے خلاف ہین،

وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اور یہ کہ آپ سیدھا کرین اپنا منہ دین پر حنیف ہو کر اور نہ ہون آپ مشرکون سے،

اللہ اللہ! جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مقام عبدیت کے انتہائی معراج پر پہنچ چکی ہو، توحید پرستی مین مجموعی حیثیت سے دنیا کے تمام لوگون سے آگے ہو جس کی تعلیم مین حنفیت کوٹ کوٹ کر بھری ہو، جس کے عمل مین ملت حنفیت کے لۓ روح ہو، اس رسول کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ آپ بالکل حنیف بن جائیۓ، اور وحدت کی راہ مین عزم واستقامت اختیار کیجۓ اور خبردار ان لوگون سے ہرگز نہ بنیۓ جو خدا کی ذات مین یا اس کی صفات مین اغیار کو شریک کر کے "مشرکین وکفار" کا بدترین لقب حاصل کر چکے ہین،

ملت اسلامیہ کے فرزند بتائین کہ ان کے رسول کو خطاب کر کے یہ دعوت کیسے دی جا رہی ہے، کن لوگون کو مشرکین کی راہ سے دور رکھنے کے لیۓ یہ فرمایا جا رہا ہے؟ اور کون لوگ ہین جن سے کہا جا رہا ہے کہ وہ دین حنیف کی اتباع پورے طور سے کرین؟

افسوس کہ مسلم قوم دنیا مین اپنے نظریۂ وحدت سے دور ہو کر اپنی ہر قسم کی وحدت سے محروم ہو چکی ہے، توحید پرستی ہاتھ سے کیا گئی وحدت قومیہ گئی، وحدت اسلامیہ پارہ پارہ ہوئی، وحدت فکر وخیال کے پرخچے اڑ گئے، وحدت عمل وکردار کی دھجیان بکھر گئین، اور مسلمان دنیا مین لامرکزیت کے شکار ہو گئے، سچ ہے جب کوئی قوم اپنے اصلی مرکز سے ہٹ جاتی ہے، تو اس سے سب کچھ چھن جاتا ہے،

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ

آیا ہے تمھارے پاس تم مین ہی سے ایک رسول جس پر تمھاری بے راہ روی نہایت گران ہے، وہ تمھاری بھلائی پر بہت ہی حریص ہے، مومنون کے لیۓ نہایت شفیق مہربان ہے،

دنیا ظلم ومعصیت کی تہ بتہ سیاہیون مین دفن تھی، انسان اخلاقی وروحانیت سے اندھا بن چکا تھا، انسانیت جنگلون، بیابانون، پہاڑون اور صحراؤن مین گم تھی، چراغ

ے گروہ حصے سے کسی حکومت کے قہر و قال دیکھے بغیر رہتے تھے آدمی کی وہ زندگی بھیڑیوں، شیروں، چیتوں اور شریر جانوروں کے قالب میں ڈھل چکی تھی، شرارت اور شہوت کی روحیں تنگ ہو رہی تھیں، ملک انہیں سرکش بھیڑیے پیچھے ہو رہے تھے، آتش کدوں میں اور دیوتاؤں کی قدر میں مجسم ہو رہی تھیں، معبدوں میں کفر و شرک کی فرمانروائی تھی اور بتخانوں میں مظاہر پرستی نے حقیقت کو پامال کر رکھا تھا۔

یہ حال صرف عرب ہی کا نہیں تھا کہ بتائیں صرف عرب پرستا نہیں تھی بلکہ صرف جزیرۃ عرب ہی کا نہ تھی، اور یہ بلائیں کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم ہی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے نہیں تھیں بلکہ کائنات ارضی کا ہر ذرہ اس کا آئینہ دار تھا، انسانیت کا ہر فرد اس میں گرفتار تھا، اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کی بستی بری طرح تباہ و برباد ہو رہی تھی۔ ان ہی حالات میں شرق و سطیٰ سے ایک رسول پیدا ہوا تھا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور صرف چند سالوں میں انسانیت کو حق کی راہ پر لگا دیا۔

اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مقصد صرف انسانی ہدایت تھا، وہ انسانیت کی بدحالی پر متفکر رہتے تھے کہ ہر طرح کی مصیبت اٹھائی اور سب کچھ سہہ کر انسانیت کی خدمت کی۔ اس کی زندگی پیغام حق تھی۔ اس کا وجود رحمت بنا اور اس کی حرکات و سکنات ہدایت و تبلیغ تھیں، پس اس محسن پر ہزاروں درود و سلام بھیجو۔ [illegible] عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ
مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝

اگرچہ آپ حرص کریں، لیکن اکثر لوگ مومن نہیں ہو سکتے، حالانکہ آپ
رشد و ہدایت پر ان سے اجرت نہیں مانگتے ہیں، وہ تو صرف تمام
عالم کے لئے ذکر و نصیحت ہے۔ (پ ۱۳، ع ۵)

مبلغین و ہداۃ ہمیشہ اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کی دعوت زیادہ سے زیادہ لوگ ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر زیادہ سے زیادہ چلیں۔ انھوں نے جو روشنی پھیلائی ہے، دنیا کے لیے زیادہ سے زیادہ کام آئے۔ اگر کوئی مصلح یا ہادی اس حرص و آرزو سے خالی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مقام اصلاح و ہدایت کی بلندی سے ناواقف ہے اور رشد و ہدایت کے بارے میں اس کے اندر شدت عزیمت نہیں ہے۔

پس داعیوں اور مصلحوں کی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ دنیا ان کی راہ پر زیادہ سے زیادہ چلے یہی ان کی کامیابی ہے اور یہی ان کا مشن ہے۔ ان کو نہ اجرت کی طلب ہوتی ہے نہ عزت و آبرو کی چاہ ہوتی ہے، اور نہ عہدہ و منصب کی خواہش ہوتی ہے، وہ تو صرف لوگوں کو راہ راست پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرما رہا ہے، کہ اے اللہ کے رسول! انسان بہت ہی بے راہرو ہوتا ہے۔ آپ لاکھ چاہیں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ضلالت و گمراہی سے بچکر رشد و ہدایت کی راہ پر چلنے لگیں، لیکن یہ بدقسمت اور بدباطن مسلمان نہیں ہو سکتے، آپ کی باتوں کو تسلیم نہیں کر سکتے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ بغض و عناد میں بھرے پڑے ہیں، یہ صداقت کے نام تک سے بیزار ہیں، اور یہ صورت حال اس وقت برپا ہے، جب کہ آپ کوئی تمنا اور اجرت نہیں چاہتے، اگر کہیں آپ کچھ بدلہ چاہتے تو ان کی حالت نہ معلوم کیا ہوتی۔

آج بھی یہ صورتِ حال برپا ہے کہ لوگ اپنے ہادیوں کو گالیاں دیتے ہیں، اور ان
کے منہ نوچتے ہیں،

وَیٰقَوْمِ مَالِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ،
تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ
عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ

اور اے قوم یہ کیا ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم لوگ
مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو، تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ
کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کا خود
مجھے علم نہیں ہے، اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف دعوت دیتا
ہوں۔

(پ ۲۴ - ع ۱۰)

حق و باطل کی آویزش آج کی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ جب سے اس دنیا کے سیاہ و سپید
میں نور و ظلمت کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور اجالوں اور اندھیروں کی حقیقتیں جدا جدا ہوئیں
جب ہی سے حق و باطل کی دست و گریبانی بھی جاری ہے، اور اگر یہ نہ ہوتا تو جس طرح اندھیرے
کے بغیر اجالے کی قدر نہیں ہو سکتی، اسی طرح باطل کے بغیر حق کی شناسائی میں سخت
دشواری پیش آتی، کیونکہ اس دنیا کے امتیاز میں ہر چیز اپنے ضد سے
پہچانی جاتی ہے۔

اسی لیئے پرستاران حق و صداقت کے مقابلہ میں علمبرداران کفر و باطل بھی ہمیشہ رہا
کیئے ہیں اور دونوں کی آویزش میں دنیا کو ہدایت کی راہ ملا کی ہے، قرآن حکیم نے اسی حقیقت

ایک ایسے مرد مجاہد کی زبانی نقل فرمایا ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پہ ایمان لا کر بنی اسرائیل
کو رہنمائی کی دعوت دیتا تھا، اور فراعنہ مصر کے خلاف ان کو آمادہ کر رہا تھا، اس کی دعوت سراسر
رہنمائی تھی مگر بنی اسرائیل اس کو قبول کر لینے کے بجائے خود اس کے سامنے اپنی ہفوات کو پیش کرتے
تھے آج بھی یہی معاملہ درپیش ہے اور ہر مصلح کے سامنے اس کی دعوتِ اصلاح کے جواب
میں کسی قسم کی باتیں آتی ہیں، بلکہ باتوں سے گذر کر معاملہ زد و کوب اور ایذا رسانی تک پہنچ
جاتا ہے، پس اس صورتِ حال سے گھبرانا نہیں چاہیے، اور جم کر کام کرنا چاہیے،

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا
فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ
اَصْحٰبُ النَّارِ

یقیناً تم لوگ جس بات کی مجھے دعوت دیتے ہو، اس کے لئے دنیا اور
آخرت میں کوئی دعوت نہیں ہے، اور ہم سب کی واپسی خدا کی طرف
ہے، اور حد سے گذرنے والے جہنمی ہیں۔

(پ ۲۴ - ع ۱۰)

مصلحین کی دعوتِ اصلاح کے جواب میں کئی قسم کی مخالف آوازیں اٹھتی ہیں، اور
بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دعوتِ اصلاح کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کرتے بلکہ اس کے
الٹے تحریک جاری کر کے رد کر دیتے ہیں اور پوری طاقت سے صحیح آواز کو دبانے کی کوشش
کرتے ہیں، یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جو اس دعوتِ اصلاح کی کامیابی میں اپنے خیالات و
نظریات کی یا اپنے اثر و اقتدار کی موت سمجھتے ہیں، چنانچہ موسوی دعوتِ اصلاح کے مقابلہ
میں فرعون اور اس کے ہمنواؤں نے شہنشاہیت پسند تحریک جاری کی، اور اس

Scanned by CamScanner

افساد و تخریب کے لیے منادا اور دعاۃ بھی مل گیے۔ ان ہی لوگون کو خطاب کر کے ایک سرگرم مبلغ حق و حقانیت نے کہا کہ ہماری دعوتِ اصلاح کے مقابلہ مین تم نے جس دعوت کو برپا کر رکھا ہے، اس کے لیے دنیا و آخرت مین کوئی مقام نہین ہے، بلکہ یہ صرف چند عیش پرستون اور جاہ پسندون تک محدود ہے، اس مین ہمہ گیریت کا مادہ نہین ہے، اور نہ ہی اس کے لیے دوام ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف حق کا مقابلہ کرنا ہے کوئی صحیح بات پیش کرنا نہین ہے یہی معاملہ ہر اس تحریک کا ہے جو کسی تحریک کو دبانے کے لیے اٹھائی جاتی ہے،

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ،

مین جس بات کو تم سے کہہ رہا ہون تم عنقریب اسے یاد کروگے اور
مین تو اپنے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کرتا ہون، بیشک اللہ بندون
کے حالات کا دیکھنے والا ہے، (پ ۲۴۔ ع ۱۰)

دعوت و تبلیغ کی راہ مین کئی ایک مشکلات آتی ہین اور اصلاح و احسان کا دامن کئی طرح کی خاردار جھاڑیون مین الجھتا ہے، مگر اربابِ کار تمام مشکلات سے دامن بچاتے رہے اپنا کام مین مصروف رہتے ہین، ان کو مخالفین کی ہر بات پر الجھ جانا نہین آتا، وہ معمولی معمولی باتون کے لیے اپنی عظیم الشان تحریک مین الجھاؤ نہین پیدا کر سکتے، بلکہ نہایت سادہ اور مختصر سا جواب دے کر اپنے کام مین مصروف ہو جاتے ہین، کیونکہ اگر وہ ان باتون مین الجھ کر رہ جائین تو پھر وہ نہ صرف یہ کہ اپنے مشن مین ناکام ہون گے بلکہ مخالفین کی مخالفانہ سرگرمیون کو کامیاب بنا دین گے، آخر مخالفین یہی تو چاہتے ہین کہ مصلحون کی اصلاحی تحریک مدہم پڑ جائے اور ہماری

…رادت اسے روک دے، پس اگر مبلغین و مصلحین اپنا کام چھوڑ کر مخالفین کے جال مین …پھنس گیے، تو یہ سراسر ناکامی ہوگی، چنانچہ بنی اسرائیل مین اصلاحی کام کرنے والون کا یہی …رہا ہے، کہ انھون نے ایک بنیادی بات کہہ کر اپنی راہ جاری رکھی، چونکہ دعوتِ اصلاح …اپنے نتائج کے اعتبار سے اہم ہوتی ہے، اور اس مین عجلت پسندی نہین ہوتی کہ چٹ پٹ …فائدہ نظر آنے لگے، اس لیے مخالفین عموماً اس کا فائدہ ہی پوچھتے ہین، جب بنی اسرائیل نے …حرکت کی، تو ان کے داعی نے کہدیا کہ تم مستقبل قریب مین یاد کروگے کہ اللہ کا داعی سچ …کہہ رہا تھا،

اب بھی دعوتِ اصلاح کا یہی طریقہ کامیاب ہے کہ اپنے کام مین لگے رہا جائے …اور مخالفون کو دو لفظون مین جواب دے کر اپنا کام کیا جائے،

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا، فَاِنْ
تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۔

اور تم لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے رہو، اور ساتھ ہی
بچتے رہو، پس اگر پھر جاؤگے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صاف
طور سے پہنچا دینا ہے اور بس۔ (پ ۷۔ ع ۲)

اللہ اور رسول کی اطاعت ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے اہم بلکہ اول و آخر مقصد ہوتا ہے، اس کے بعد پھر کسی قانون کی پابندی مسلمان کے لیے نہین ہے، کیونکہ زندگی کے لیے جس قدر صالح قانون اور کارآمد اصول درکار ہین، وہ سب کے سب اللہ و رسول کی اطاعت ہی مین موجود ہین، اور ان کے بعد کسی چیز کی ضرورت باقی نہین رہتی ہے، لیکن قرآن حکیم کا

ارشاد ہے کہ ہر مسلمان کے لئے اللہ و رسول کی تابعداری کے بعد "حذر" ضروری ہے یعنی خدائی اصولِ حیات کے بعد انسان کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کو بہت ہی ذمہ دار قرار دے، اور ہر معاملہ مین نہایت ہی غور و فکر اور ہوش و عقل سے کام لے کر قدم اٹھائے، خدا کے متعلق جو عقائد و تصورات ہین ان مین بہت ہی احتیاط برتے نہ اتنا غلو کرے کہ اسلامی عقائد و تصورات سے آگے بڑھ جائے، نہ اتنی غفلت برتے کہ کفر و اسلام مین اور توحید پرستی مین کوئی امتیاز ہی باقی نہ رہے، اور خدا کی ذات و صفات مین دنیا کے دوسرے مذاہبِ باطلہ کی طرح آمیزش نہ ہو جائے، اسی طرح رسول کے مقام کو بھی شدت سے محفوظ رکھے اور افراط و تفریط کر کے مقام رسالت پہ حرف نہ آنے دے، نہ کسی نبی کو معمولی درجہ کے انسانون کے درجہ پر رکھے، اور نہ ہی اسے انسانیت کی سطح سے اٹھا کر خدا کے ہمدوش کر دے، بلکہ نبی کی نبوت کو انسانیت اور خدا کے درمیان کا ایک اہم مقام سمجھے اور یہی سمجھ کر عمل کرے، نیز خدا اور رسول کو مان کر زندگی کے ہر معاملہ مین نہایت ہی احتیاط برتے، اور ہر بات مین چھان بین کر قدم اٹھائے، تاکہ اس کی ذمہ دار زندگی کبھی غیر ذمہ دارانہ بات کے پیدا ہونے کا باعث نہ بنے، مطلب یہ ہے کہ اسلام کی راہ پر آنے کے بعد انسان کی زندگی بہت ہی ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتی ہے، لہذا اسے بہت ہی احتیاط سے کام کرنا چاہیئے، اور کوئی حرکت غیر ذمہ دارانہ نہ ہونی چاہیئے، مسلمان بتائین کہ وہ اسلام پہ رہنے کے بعد اپنی زندگی کو کس درجہ مین ذمہ دار قرار دیتے ہین، اور ان کی حرکت کس قسم کی ہو رہی ہے،

کتاب

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ۔

جن لوگون کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس طرح اس کی تلاوت کرتے ہین کہ تلاوت کا حق ادا کرتے ہین، یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ ناکام ہین،

(پ ۱ ۔ ع ۱۴)

الکتاب اس قانون حیات کا دوسرا نام ہے، جو دنیا کی بستی کے لیے ابدی اور آخری لائحۂ عمل ہے، اس مین زندگی کے تمام ظاہر و باطن پہلوؤن کی رہنمائی کی گئی ہے، اور زندگی کے ایک ایک رجحان سے مطالبہ کیا گیا ہے، کہ وہ اپنے رہنما کی پیروی کر کے محسن کا حق ادا کرے،

بس جو لوگ قرآن حکیم کو صرف پڑھ لیتے ہین، اس کے حروف و آیات کو فقط زبان سے ادا کر لیتے ہین اور برکت حاصل کرنے کے لئے نئے مکانون اور نئی دکانون کی تقریب پر مردون کے تیجون فاتحون اور برسیون کے موقعہ پہ اسے کھولتے ہین اور پھر بند کر کے اس طرح طاقِ نسیان مین رکھدیتے ہین کہ وہ صرف تبرک حاصل کرنے کے لیئے تھا، اور برکت حاصل ہو گئی، وہ لوگ قرآن کی تلاوت اس کے حق کے مطابق نہین کرتے کیونکہ

اس کا حق یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے، اور پڑھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ مذکورہ بالا صورتوں میں قرآن کی تلاوت ضرور ہو جاتی ہے، اور اس کے نتائج کا ظہور بھی ہو جاتا ہے، برکت حاصل ہو جاتی ہے، مردوں کو ثواب پہنچ جاتا ہے، مگر صرف اتنا کرنے سے قرآن کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اور اس کا مطالبہ پڑھنے والوں کی گردن پر سوار رہتا ہے،

البتہ جو لوگ اس کی دو آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اس پر غور کرتے ہیں، اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ قرآن کی تمام برکات و نتائج کی توجہ ان کی طرف ہوتی ہے، اور وہ ذمہ دارانہ زندگی کی برکتوں سے مالا مال ہوتے ہیں، ان پر قانونِ قدرت کے خوشنما نتائج اپنا اثر دکھاتے ہیں، اور دنیا میں سرور و شادمانی اور عزت و آبرو کے سرمایہ کے ساتھ ساتھ آخرت میں خوش بختی و خوش نصیبی کا اندوختہ ان کو ملتا ہے

اے مسلمانو! قرآن کو سمجھ سمجھ کر پڑھو، اور پڑھ کر اس کے تقاضوں پر عمل کرو، تاکہ یہ قرآن تمہارے لیے حجت اور دلیل بن سکے، اور خود تم پر حجت اور دلیل نہ بنے، کوئی قوم اپنے نظامِ زندگی کی محض تلاوت کر کے اس کے حقوق سے سبکدوش نہیں ہوتی تو مسلمان قوم صرف قرآن کی تلاوت کر کے اس کے حقوق سے کیسے سبکدوش ہو سکتی ہے،

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ

وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا،

ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ تم خدا کی بخشی ہوئی بصیرت کے ساتھ لوگوں میں فیصلہ کرو، اور تم خائن

اسلام کا منشا دنیا میں ایسی صالح اور پاکیزہ زندگی برپا کرنا ہے، جو ہر طرح کی جانبداری، پاسداری اور طرفداری سے پاک ہو، اور جو بات حق ہو، ہر جگہ، ہر محفل اور ہر شخص کے بارے میں برملا جا کہی جائے، یہ بے لگ نیتی اور پاک صاف زندگی اسی قانونِ حیات کے سرچشمے سے مل سکتی ہے، جسے "قرآن" کہا جاتا ہے اور جو اسلام کی الہامی کتاب ہے،

یہ قرآن اسی لیے آیا ہے کہ انسان اسے عملی زندگی میں برتیں اور اس پر عمل کریں یہ صرف نظریات کی کتاب نہیں ہے نہ کوئی صرف فکری دعوت ہے، بلکہ اس کی فکری دعوت بھی عمل ہی کے لیے ہے، پس تم اس سے فکر و عمل کے لیے بصیرت حاصل کرو، اور اپنی زندگی کو عدل و انصاف کے ایسے سانچے میں ڈھالو جس میں کجی کا نام و نشان تک نہ ہو، اور اپنوں کے لیے یا غیروں کے لیے جو بات بھی کہو دو ٹوک کہو، اور دودھ کو دودھ پانی کو پانی کر کے رکھو، خبردار عدل و انصاف اور حق کے بارے میں کسی طرح کی طرفداری نہ کرنا، ورنہ دنیا اور آخرت میں برے نتائج کے سزاوار ٹھہرو گے اور خدائی گرفت تمہیں بھی ظالموں اور حق ناشناسوں کے زمرہ میں داخل کر دے گی، مسلمان غور کریں کہ وہ قرآن کو اسی معیار پر استعمال کرتے ہیں یا اسے ایک مظلوم حقیقت بناتے ہوئے بالکل ہی ترک کر چکے یا پھر اسے استعمال بھی کرتے ہیں تو اپنی اپنی جماعتوں اور فکری گروہبندیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں،

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ

يُضْلِلْهُ ۖ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ،

Scanned by CamScanner

اور جن لوگون نے ہماری آیتون کو جھٹلایا وہ اندھیریون مین گونگے
بہرے ہین، خدا جسے چاہے گمراہ کر دے، اور جسے چاہے سیدھے
راہ پر کر دے ۔ (پ ۷ ۔ ع ۱۰)

برسات کی اندھیری رات ہو، آسمان پر ہر طرف کالے کالے ڈراؤنے بادل چھائے ہون، زمین بھیگی ہو، اپنا ہاتھ تک نہ دکھائی دیتا ہو، زمین سیاہ پوش، فضا سیاہی پاش اور آسمان سیاہی بار ہو، غرضکہ زمین سے لیکر آسمان تک ظلمت ہی ظلمت ہو اور ساتھ ہی وہ تمام لوازم ہون جو اندھیری راہون کو اور مہیب بنا رہے ہون، سناٹے کی سرد ہوا ہو درختون اور جھاڑیون سے خطرناک آوازین آتی ہون، رہ رہ کر خوفناک گرج ہو، بار بار بجلی کی دہشت انگیز چمک ہو، اور رات کی اس طول طویل اور مہیب سیاہی مین ایک لق و دق جنگل کے اندر ایک آدمی تنِ تنہا ہو، جو آنکھون سے معذور اور کانون سے مجبور ہو نہ کان مین قوتِ سماعت ہے کہ خوفناک آوازون کو سن سکے، نہ آنکھون مین بینائی ہے کہ حالات کی ہولناکیون کو دیکھ سکے، ایسے عالم مین ہم اسے کیا سمجھین گے؟ اور وہ خود اپنے متعلق کیا خیالات قائم کرے گا؟ ہم اگر ایسے عالم مین کسی معذور و مجبور انسان کو دیکھ لین، تو ہمارا کیا فرض ہو جاتا ہے، اور اس کے لیئے ہمین کیا کرنا چاہیئے؟ ظاہر ہے کہ آنکھ کان والے اپنے شدتِ احساس کے باعث بے چین ہو کر اس آدمی کے بچانے کی فکر کرین گے، اور کوشش کرین گے کہ ہم اسے ان ہیبت ناک حالات سے باخبر کر کے بچا لین، اور ظلم و ظلمات کی موت نہ مرنے دین، اور وہ شخص چونکہ خود کانون کی نعمت سے محروم اور آنکھون سے معذور ہے، اس لیئے اِن خوفناکیون کو کوئی پریشانی نہین محسوس کرے گا، بلکہ حالات کی نزاکت و اہمیت سے وہ بے خبر ہو کر نہایت مطمئن ہو گا،

بعینہٖ یہی شان اس باغی انسان کی ہے، جو خدا کی نشانیون اور اس کے احکام و اوامر کو آنکھون سے دیکھ کر اور کانون سے سن کر اندھا اور بہرا بن گیا ہے، ایسا شخص کفر و شرک اور لاقانونیت کی تہ بتہ ظلمتون مین گھرا ہوا ہے، اور ہر قسم کی تلخیون کو سہہ رہا ہے، مگر چونکہ وہ احساس و شعور کی طاقتون کو شل کر چکا ہے، اس لیئے اسے صورتِ حال کی نزاکت کا احساس نہین ہے اور وہ ان حالات مین مگن ہے، مگر اربابِ دین و دیانت اور انسانیت و اخلاق کے دلدادہ اس آدمی کی مظلومیت پر حیران و پریشان ہوتے ہین، کفر و شرک کے مارے ہوئے لوگ اپنی زندگی پر خوش ہین، مسلمان کو ان کی حالت پر بڑی دردمندی کا اظہار کرنا چاہیئے ۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ
وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۔

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ آپ لوگون کے
سامنے اس چیز کو کھول کر بیان فرمادین، جس مین وہ اختلاف
کرتے ہین، اور یہ کتاب ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان دار
قوم کے لیئے ۔ (پ ۱۴ ۔ ع ۱۴)

انسانی عقل و فہم مین اختلافات ہوتے ہین، لوگون کی فہم و فراست مختلف ہوتی ہے اور ہر آدمی کا طریقۂ غور و فکر دوسرے سے جدا ہوتا ہے، لیکن اس اختلاف کا مطلب یہ نہین ہوتا کہ واقعات و حقائق مین اختلاف پڑ گیا، ان کے وجود مین شبہہ پڑ گیا، یا ان کی موجودگی مشتبہ ہو گئی، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ حق و باطل مین تشابہ ہو جاتا ہے، لوگون کو پتہ

نہیں چلتا کہ فلاں بات حق ہے یا باطل ہے، اور فلاں چیز کے متعلق کیا حکم ہے، اس کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے، اس صورتِ حال کو ختم کر کے اصل حقیقت سامنے لانے والے انبیاء و رسل ہوتے ہیں، اور اللہ کی کتابیں یہی بات بتاتی ہیں، کہ کیا حق ہے، اور کیا باطل ہے، اللہ کے رسولوں اور اللہ کی کتابوں کا یہ کام نہیں ہے کہ لوگوں کو وہ بتائیں کہ یہ رات ہے اور یہ دن ہے، بلکہ ان کا کام صرف یہ بتانا ہے کہ جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس میں حقیقتِ حال یہ ہے،

قرآن حکیم انسانی اختلافات کے لئے قولِ فیصل ہے، اس کتاب کا منشا ہی یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان جو عقائد و خیالات کے اختلافات ہیں اُن کو وہ بالکلیۃ فیصلہ کر دے، اور انسانی ذہن کو ہر قسم کی الجھنوں سے بچائے، دیکھو قرآن حکیم کے نزول کا منشا کیا تھا؟ اختلافات کا مٹانا، لوگوں کے لئے رحمت و ہدایت بننا اور دل و دماغ کو ہر طرح آرام دینا، مگر خود قرآن کے ماننے والے، اس کی تعلیمات پر چلنے کا دعویٰ کرنے والے اور دنیا میں اس کا نام لینے والے، خود اسی قرآن کو اختلاف و انشقاق کا سب سے بڑا آلہ بنائے ہوئے ہیں، اور اسی کے بل بوتے پر قوم کو لڑا لڑا کر اپنا اپنا کام چلا رہے ہیں منبروں پر بیٹھ کر اس کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، اور تفریق بین المسلمین کا بیج بوتے ہیں کیا یہ بات قرآن کے عین مطابق ہے، ؟ اور کیا نزولِ قرآن کا یہی منشا تھا؟

وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ،

اور جب کتاب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ

بیشک یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے سچائی ہے،

ہم تو اس کے آنے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔

(پ ۲۰ - ع ۹)

قرآن حکیم کسی فرد یا قوم یا نسل کی اجارہ داری میں نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عام دولت ہے جس میں دنیا کا ہر خطہ اور اس پر بسنے والی قوم و نسل کے تمام افراد و اشخاص برابر کے شریک ہیں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی قوم اپنی استعداد و صلاحیت کی وجہ سے اسے زود قبول کر لیتی ہے، اور کامرانی و کامیابی کا منہ دیکھتی ہے، اور کوئی قوم اپنی نااہلیت و ناقابلیت کے باعث اس سے محروم رہتی ہے، اور ناکام و بے مرام ہو کر عبرت ناک انجام کے گھاٹ اترتی ہے، سعید و نیک بخت ہیں وہ افراد و اشخاص اور کامیاب و بامراد ہیں وہ قومیں اور بستیاں جنہوں نے قرآن کے حق و حقانیت اور صدق و صداقت کا روزِ اوّل ہی خندہ پیشانی سے استقبال کیا، ان کے مرتبہ کو وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے جنہوں نے ان حقائق کو رد کرنے کے بعد قبول کیا، یا سرے سے قبول کیا ہی نہیں، یہاں ان نفوس قدسیہ کا ذکر ہو رہا ہے، جن کے ضمیر میں استعداد و صلاحیت کا پورا مادہ موجود تھا، اور جو قرآنی سچائی کے انتظار میں اس کی آمد سے پہلے ہی اس پر ایمان و اعتقاد رکھتے تھے

جس دور کے انسانوں میں استعداد و صلاحیت کا یہ مقام موجود ہوگا، وہ دور انسانیت کے لئے امن و امان اور سکون و چین کا گہوارہ ہوگا، اور زمانہ کی کوئی تلخی ان کے لئے ناگواری کا باعث نہیں بنے گی،

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا نے نازل فرمایا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا ان کو شیطان جہنم کے عذاب کی دعوت دے رہا تھا، ؟ (پ ۲۱ - ع ۱۲)

انسان کے اندر شخصیت پرستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اور اس بارے میں سب سے زیادہ پوجا گھرانوں اور خاندانوں کے بڑے لوگوں کی ہوتی ہے، ان کے نظریات و خیالات، ان کے رسوم و رواج اور اُن کے اخلاق و عادات کو انسان خدا کی وحی سے زیادہ قابلِ عمل اور رسولوں کی تصریح سے زیادہ اٹل سمجھتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ ہر زمانہ اور ہر دور کے مذاق کے مطابق نسل پرستی کا رنگ دوسرا رہا ہے، اور شخصیت پرستی کی شراب مختلف جاموں میں استعمال ہوتی رہی ہے،

یہ آج جو دنیا میں وطن و قوم اور ملک و نسل کی پوجا ہو رہی ہے، اسی شخصیت پرستی اور نسل پرستی کی مہذب شکل ہے، اور ہر ملک و قوم اس بات پر نازاں ہے کہ ہم اپنی قدیم تہذیب و تمدن کو زندہ کر رہے ہیں، ہماری تہذیبی قدریں گذشتہ زمانے میں سب سے بلند رہی ہیں، ہمارے یہاں آرٹ، فنون لطیفہ، صنم گری، ناچ، گانا، بڑے اونچے معیار پر تھا، اور ہمارے ملک کے قدیم باشندے ان فنون میں مہارت رکھتے تھے، کل اسی قسم کی باتیں انبیاء و رسل کے بارے میں دنیا کہا کرتی تھی، اور آج یہی باتیں ایک ملک دوسرے ملک اور ایک قوم دوسری قوم کے مقابلہ میں کہہ رہی ہے،

چنانچہ آج آپ کا اور ہمارا ملک سنگ تراشی، بت سازی، ناچ اور گانے پر اس لیے فخر کر رہا ہے اور ان کو زندہ کر رہا ہے کہ یہ چیزیں ہمارے ملک کے پرانے آباء و اجداد کرتے تھے، اس بات پر نظر کرنا آج تنگ نظری ہے، کہ فی نفسہ یہ چیزیں انسانیت کے عروج کی معیار ہیں یا زوال کی پیداوار ہیں، بس کل دنیا میں جاہل، وحشی، غیر متمدن قوموں نے واقعات و حقائق کے مقابلہ میں جن خرافات کو پیش کیا تھا وہی چیزیں آج پیش کی جا رہی ہیں، اور ان کے اچھے اور خراب ہونے سے نظر بند کر کے ان پر فخر کیا جا رہا ہے، آخر اسلام نے یونہی نہیں شخصیت پرستی اور نسل پرستی کی جڑ کاٹی ہے، اسے خوب معلوم تھا کہ انسان اس لعنت سے ہمیشہ دلچسپی لیتا رہے گا، بلکہ اس کی نجی دلچسپی اجتماعی دلچسپی بن جائے گی،

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔

اور اس آدمی سے بڑھ کر ظالم اور کون شخص ہو سکتا ہے، جس کو سمجھایا گیا اس کی رب کی آیتوں سے، پھر وہ ان سے دور بھاگا، ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں، (پ ۲۱ - ع ۱۵)

جب کسی قوم پر زوال و ادبار کی مار پڑتی ہے تو سب سے پہلے اس کے ذہن و دماغ میں خلل پیدا ہوتا ہے، اور اس کی عقل و خرد میں ہر چیز الٹی آتی ہے، ہر اچھائی برائی معلوم ہوتی ہے، اور ہر بدی نیکی کا قالب بدل لیتی ہے، جب کسی قوم کے ذہن و خرد کا آئینہ اس درجہ خراب ہو جاتا ہے تو پھر اس پر صیقل گروں کا عمل کام نہیں کرتا، اور غلط بینی

کے بجائے صحت مندی کی جلا نہین آتی، اس وقت ایسی قوم کا عالم یہ ہوتا ہے کہ اس مین سچائیون سے نفرت اور برائیون سے محبت کی وبا پھیل جاتی ہے، اور ہر صحیح روشنی ان کے لیئے ظلمت اور ہر غلط ظلمت ان کے لیئے روشنی کا مینارہ بن جاتی ہے،

اللہ کے ہادی و داعی جسقدر ہدایت و دعوت کی کوشش کرتے ہین، یہ مفلس قوم اسی قدر گمراہ و غلط رو بنتی جاتی ہے، اور نوبت یہان تک پہنچتی ہے کہ پروردگار کے انذار و تبشیر کی ایک ایک نشانی ظاہر ہوتی رہتی ہے، اور قوم کا پارہ اونچا ہوتا رہتا ہے، جتنا ہی اس کو ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے، اتنی ہی وہ شریر ہوتی جاتی ہے، اور جس قدر ترغیب و تبشیر کی جاتی ہے، کفر و نفاق کی مایوسی اور قنوطیت اس کے دامن کو پکڑتی رہتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قدرت کی حجت تمام ہو جاتی ہے، اور ظالمون کے لیئے جو کلمہ حق ہے وہ پورا ہو جاتا ہے، اور ظلم و عدوان کی پوری سزا مل کر رہتی ہے،

پس دنیا مین سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی پر ظلم کرے اور عدل و انصاف کی جو راہین قدرت نے اس کے لیئے کھولدی ہین، ان پر نہ چل کر اپنے کو دونون جہان مین ناکام کردے،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ
مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ

جن لوگون نے کفر کیا ذکر یعنی قرآن کے ساتھ جب کہ وہ ان کے پاس آگیا اور وہ کتاب عزیز ہے، اس کے پاس باطل نہ سامنے

سے آسکتا ہے، نہ پیچھے سے آسکتا ہے، وہ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل ہوا ہے،

(پ ۲۴ - ع ۱۹)

دنیا مین انسان کی ہدایت کے لیئے بہت سے قوانین واصول بنائے گئے، ہر دور کے انسانون نے اپنے آپ کو بلند سے بلند تر کرنے کے لیئے اصول مرتب کئے، اسی سلسلہ مین انبیاء و رسل رہنما بن کر تشریف لائے اور جو اصول انھون نے پیش کیئے، وہ انسانی زندگی کے لیئے بنیاد بنے، یہان تک کے اصول مادیت اور روحانیت کے امتزاج سے بنے، اور من جانب اللہ انسانون کو دیئے گئے، جہان تک انسانی دل و دماغ کے قوانین کا تعلق ہے، ظاہر ہے کہ وہ ظروف و احوال کی بندشون مین جکڑے ہوتے ہین، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک خطۂ ارضی یا ایک نسل انسانی کے لیئے بھی ناکام ثابت ہوتے ہین کیونکہ ان کے اندر عالمگیر اصول نہین ہوتے، بلکہ خاص خاص ماحول اور خاص خاص ذہنون کی پیداوار ہوتے ہین، برخلاف اس کے خدائی اصول و قوانین مین آفاقیت ہوتی ہے، ان کی روحانی اور مادی قدرین بہت بلند ہوتی ہین، قرآن حکیم خدائی قوانین کی سب سے آخری اور سب سے مکمل کتاب ہے، اس لیئے اس مین کسی طرف سے کسی قسم کی خرابی نہین ہو سکتی ہے اور اس کا ہر پہلو انسانی زندگی کے لیئے ٹھوس نظام رکھتا ہے، دنیا ایسے کامل و مکمل نظام کی محتاج تھی، اور اپنی زندگی کو کامیاب سے کامیاب تر بنانے کے لیئے کسی اٹل نظام کی طالب تھی اور جب یہ نظام اس کے پاس آگیا تو اس نے سرتابی اور کفر کا رویہ اختیار کیا، مگر اس کی اس روش سے نظام الٰہی کے قانون مین کوئی خرابی پیدا نہین ہو سکتی، اور اس کی افادیت عمل کرنے والون کے لیئے عام ہی رہے گی،

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۚ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ
اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ
بَعِيْدٍ،،

آپ فرما دیجئے کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے، جو ایمان لائے ہیں، اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ہیں، اُن کے کانوں میں بوجھ ہے، اور ان پر اندھاپن بن رہا ہے، یہ لوگ بہت دور سے پکارے جاتے ہیں، (پ ۲۴ - ع ۱۹)

اگر اندھے آفتاب کی روشنی نہ دیکھ سکیں تو آفتاب کی روشنی نیست و نابود نہیں ہو جائیگی، اگر گونگے بہرے ہماری تمہاری آواز کو نہ سن سکیں، نہ جواب دے سکیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ انسانوں سے قوتِ گویائی اور طاقت سماع سلب ہو چکی، اگر کسی سے قوتِ شامہ چھین لی جائے، تو اس سے بدبو اور خوشبو کا امتیاز مٹ نہیں جائے گا، اسی طرح قرآن کی ہدایت ہے اور اقوام عالم کے لیے اس کا رحمت و شفا ہونا ہے، جو لوگ ہوش و حواس کے مالک ہیں، جن کے دلوں کی دنیا تباہ و برباد نہیں ہو چکی ہے، جو عقل سلیم اور قلب مستقیم کے مالک ہیں، اور ایمان کے جوہر سے جن کی انسانیت بے بہرہ نہیں ہے، اُن کے لیے قرآن سراسر رحمت و شفا ہے، رشد و ہدایت ہے اور نجات و فلاح کا قانون ہے، اور جو لوگ اہلیت و صلاحیت مفقود کر چکے ہیں، ان کے لیے قرآن نہ رحمت ہے نہ شفا ہے اور نہ ہی رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کے کان بھارے ہیں، وہ قرآن کی آیتوں کو نہیں سن سکتے، ان کے دل بیمار ہیں، وہ اسے نہیں سمجھ سکتے اُن کی عقل شل ہے، وہ کام نہیں کر سکتی،

ایسے نااہلوں کے لیے قرآن رحمت و شفا نہیں، بلکہ ان پر اتمام حجت ہے، اور ان کی گمراہی کی آخری مہر ہے، لیکن اس کے شفا، رحمت اور رشد و ہدایت ہونے میں انسانیت کے لیے اس صورتِ حال کی وجہ سے کوئی روک نہیں ہے،

یاد رکھنا چاہیئے قرآن حکیم انسانیت کی جملہ بیماریوں کے لیے اپنے اندر شفا رکھتا ہے، وہ بیماری مادّی ہو یا روحانی، اخلاقی ہو یا معاشرتی، معاشی ہو یا معیشتی، قلبی ہو یا جسمانی، غرض کہ یہ نسخۂ شفا انسان کی جملہ بیماریوں کے لئے صحت بخش و شفا بخش ہے، اس کے اوراد و وظائف سے قلب و روح کی جلا ہوتی ہے، اور دین و ایمان میں ترقی بھی ہوتی ہے، اس کی تلاوت سے روحانی سکون بھی ہوتا ہے اور مادّی صحت بھی ہوتی ہے، اور اس پر عمل کرنے سے انسانیت دونوں جہان میں کامیاب ہوتی ہے، مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ آج قرآن حکیم کے بارے میں ہم عام مسلمانوں کا جو رویہ ہے کہ اسے صرف دعا تعویذ اور برکت کی ایک کتاب سمجھتے ہیں، یہ اس کے اصل منشاء کے مطابق نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل مقصد زندگی کے ہر گوشے میں دین و ایمان کی روشنی پھیلانا ہے۔

Scanned by CamScanner

دینی زندگی

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

بے وقوف لوگ کہین گے کہ مسلمانون کو کس چیز نے اُن کے اس قبلہ سے پھیر دیا، جس پر وہ تھے، آپ کہد یجئے کہ خدا ہی کے لئے مشرق ومغرب ہین، اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے،

(پ ۲ - ع ۱)

ظاہر بین آنکھین ہمیشہ حقیقت بینی سے دور ہوتی ہین، جن نگاہون پر طرح طرح کی رنگینیون اور قسم قسم کی دلفریبیون کے پردے پڑے رہتے ہین، وہ ان ہی پردون سے الجھ کر رہ جاتی ہین، اور انھین واقعات وحقائق کے صاف ستھرے مناظر نظر نہین آتے اور پھر ایسا ہوتا ہے کہ یہی سطحی نگاہین اپنے آپ کو حکم اور فیصل محسوس کر کے، اپنے کو دوربین اور دوسرون کو کوتہ چشم ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہین، اور اپنے اندھے پن پر کبھی توجہ نہین کرتی ہین، اسی قسم کا ایک واقعہ قرآن حکیم بیان فرمارہا ہے، جب کہ ہجرت کے سترہ ماہ بعد مسلمانون کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ قرار پایا، تو کفار ومشرکین نے کہنا شروع کیا کہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ موسیٰؑ وعیسیٰؑ کی لائی ہوئی شریعت کو

مکمل کرنے آیا ہے، اور اس کا مشن بھی وہی ہے، جو دوسرے انبیاء ورسلؑ کا تھا، مگر اسلام نے اپنے قول کی سراسر مخالفت کی ہے، اور اس طرح وہ اپنا الگ نظام بنا رہا ہے، جب اس کا یہ دعویٰ ہے تو پھر قبلہ بدلنے کا کیا مطلب ہے؟ تبدیل قبلہ کی وجہ سے گویا ظاہر بینون کو اسلام کے خلاف ایک اور پروپیگنڈا ہاتھ آگیا، اور انھون نے اسے خوب خوب اچھالا، حالانکہ اگر ان مین عقل وشعور کا کچھ بھی مادہ ہوتا تو وہ سمجھتے کہ اسلام جب تمام گذشتہ شرائع کی تکمیل کرنے والا ہے، اور اس کا پروگرام سب سے الگ ہے تو اس کا مرکزی مقام بھی کوئی دوسرا ہی بنے گا، جس سے تمام روحانی (اور دینی) وسائل مل جائین گے، اور سب اسی مرکز سے اپنا تعلق قائم کرین گے، اسلام نے یقیناً پہلی شریعتون کی تکمیل کی ہے، وہ ان مین ضم نہین ہوا ہے، کہ ان کے جزوی، علاقائی اور ہنگامی مرکزون کو اپنا دائمی اور ابدی مرکز تسلیم کر لے، اسلام سے پہلے جتنے مرکز تھے، سب وقتی اور مقامی تھے، اب اسلام آنے کے بعد ایک بین الاقوامی مرکز کی ضرورت تھی، اور اس ضرورت کے پیش نظر کعبہ کو اسلامی تحریک کا بین الاقوامی مرکز قرار دیا گیا، مشرق ومغرب کا نقطۂ اتصال یہی مقام ہے،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ

اے لوگو! زمین کی پیداوار سے حلال طیب کو کھاؤ، اور شیطان کے نشانات قدم کی پیروی نہ کرو، وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے،

(پ ۲ - ع ۵)

قرآن انسانیت کو امن وسلامتی کا پیغام دیتا ہے، اس کا منشا انسانی بستی کو امن و

سکون سے آباد کرتا ہے، اور بدامنی و فساد کی جڑ بنیاد کھود کر پھینک دیتا ہے، اسلام اور قرآن کا نقطۂ نظر صرف یہ ہے کہ زمین خدا کی ملک ہے، اس کی تمام پیداوار، اور تمام اموال و کنوز صرف خدا کے قبضہ میں ہیں، اور اس کے انتظام و اہتمام اور استعمال کا پورا حق خدا کے ان بندوں کو حاصل ہے، جو اس کے فطری اصول اور حقیقی قوانین پر عمل کر کے اپنے استحقاق و استخلاف کو ثابت کریں، انسان عمومی حیثیت سے زمین پر خدا کا نائب ہے، یعنی یہاں کے مادی انتظام و اہتمام اور یہاں کی اشیاء کے استعمال کے بارے میں انسان اپنی بصیرت سے کام لے اور اس طرح انفرادی اور اجتماعی زندگی گذارے کہ زمین کا چپہ چپہ امن و امان، سکون و راحت اور عیش و مسرت سے معمور رہے، اور کہیں بھی فساد و بے چینی اور شرارت و بدامنی کی وبا پھوٹنے نہ پائے،

بلکہ پوری انسانیت زمین کی پیداوار سے پاکیزہ غذا کھائے، تاکہ پاکیزہ خون پیدا ہو، پاکیزہ گوشت پیدا ہو، پاکیزہ دل و دماغ پیدا ہوں، پاکیزہ افکار و خیالات پیدا ہوں، پاکیزہ تمدن و معاشرت برپا ہو، اور کہیں بھی شیطنت و شرارت کی آفت نہ پیدا ہو، شیطانی اثرات نہ ابھر سکیں، اور آدم کی بستی میں عدوان و طغیان اور تصادم و خون ریزی کی باری نہ آئے، انسانیت سراسر امن و امان کا نام ہے، شیطنت سراسر شرارت و عدوان کا نام ہے، شیطان ہمیشہ انسان کی گھات میں لگا رہتا ہے، کہ کب موقع ملے کہ اسے تباہ و برباد کر ڈالے، چنانچہ جس زمانہ میں شیطنت کا زور انسانیت پر غالب آجاتا ہے، اس زمانہ میں شر و فساد کی ہنگامہ آرائی ہوتی ہے، جیسا کہ آج کے زمانہ میں ہے، اور جب شیطنت اور بدی کی طاقتوں پر انسانیت اور روحانیت غالب آجاتی ہے، تو امن و امان کی بنسی بجتی ہے اور دنیا سکھ کی نیند سوتی ہے، جیسا کہ کل کے زمانہ میں تھا،

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ،

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو، جو تم لوگوں سے قتال کرتے ہیں، اور تم لوگ حد سے آگے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، (پ ۲ - ع ۸)

اسلام انسانی زندگی کو امن و راحت کا پیغام دیتا ہے، اور اس کے لئے ایسا قانون پیش کرتا ہے، جس پر عمل کرنے سے انسانی زندگی کے دنیاوی اور اخروی دونوں رخ نہایت پر امن، پر سکون اور پر وقار ہو جاتے ہیں، اسلامی نظام حیات میں ایک انسان کا قتل کر دینا پوری انسانیت کی گردن مار دینے کے برابر ہے، اور ایک انسان کی جان بچا لینا پوری انسانیت کو موت کے پنجے سے چھڑا لینے کے مرادف ہے، اسلام کے نزدیک خدا کی پاک زمین پر کسی بے گناہ آدمی کا خون گر جانا زمین اور اہل زمین کی ناپاکی کا باعث ہے، اور اس میں ساری آدمیت کا خون خرابہ ہے، دنیا کے تمام انسانوں کو اسلام امن و صلح کا پیغام پہنچاتا ہے، پر سکون اور زندگی کی دعوت دیتا ہے، اور امن و سلامتی کا نغمہ سناتا ہے، یہی اس کا نصب العین ہے، یہی اس کا مقصد ہے، اور یہی اس کی تحریک کی روح ہے، اب اگر اسی مقصد کے خلاف کوئی طاقت مقابلہ میں آجائے اور شرارت و بدامنی برپا کر بیٹھے تو اس کے شر و فساد کے دبانے کے لئے اور صرف اس لئے کہ اسلام کی صلح و سلامتی بحال رہے، اور دنیا میں بدامنی و فساد کی فضا نہ پیدا ہو، اس طاقت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا، اور اس کی غلط رفتار کو صحیح کر دیا جائے گا، اس مقابلہ میں صرف حق و باطل کا جذبہ کام کرے گا، اور صحت کے مقابلہ میں غلطی کی سرکوبی

Scanned by CamScanner

منظور نظر ہوگی، اور بس، اس سے نہ اپنا یا اپنی جماعت کا غلبہ مقصود ہوگا، نہ دوسرے کو پورے طور سے ختم کر دینے کا پروگرام ہوگا، بلکہ سزا بقدر جرم ہوگی، اور وہیں تک قتال وزم کی ہنگامہ آرائی ہوگی، جہاں تک قرآن حکیم کی اجازت ہے، اور ان ہی سے یہ نبرد آزمائی ہوگی، جن کی قرآن حکیم نے نشاندھی کی ہے، یعنی ان لوگوں سے جنگ کرنی ہوگی جو ہم سے جنگ کرتے ہیں، اور وہیں تک ہمیں ان سے جنگ کرنی ہوگی جہاں تک ان کی شرارت ہے، اس سے ایک انچ ہمیں آگے بڑھنے کا اختیار نہیں ہے، ورنہ ہم ظالم ٹھہریں گے، اور اسلام کا نام لیکر خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے باوجود خدا کے نزدیک حد سے بڑھنے والے ہوں گے اور ہمیں خدا ناپسند فرمائے گا، آج بھی جو لوگ فتنہ و فساد کی آگ جلاتے ہیں اور خوب خوب اودھم مچاتے ہیں، وہ ظالم ہیں، حد سے گذرنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بدترین لوگ ہیں، کیونکہ بدامنی و شرارت خدا کو کبھی گوارہ نہیں ہو سکتی، اور اس کے کرنے والے کبھی قابلِ عفو و درگذر نہیں ہو سکتے،

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى ۗ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ،

اچھی بات اور درگذر ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ درد ہو، اور اللہ غنی اور حلیم ہے، (پ ۳ ۔ ع ۴)

قولِ "معروف" وہ بات ہے جس کی خوبی عقل اور شریعت کی رو سے ثابت ہو، اور اس کی معقولیت پر اربابِ عقل و شعور اور اہلِ دین و شرع متفق ہوں، "مغفرت" وہ کردار عظیم ہے جو کسی سے غلطی سرزد ہو جانے پر انتقام و مواخذہ کا ہاتھ روک دیتا ہے، اور عفو و درگذر

کی فضا پیدا کر کے غصّہ، انتقام، بدلہ، مواخذہ، لڑائی، تو تو میں میں، اور انفرادی اور جماعتی افراط و تفریط کی ناگوار صورتِ حال کو رونما نہیں ہوتے دیتا،

صدقات و خیرات کرنے میں نیکی اور ثواب اسی لئے ہے کہ اس کار خیر سے اسلامی معاشرہ میں احسان و اصلاح کی فضا پیدا ہوتی ہے، امارت و غربت کی خلیج پٹتی ہے، جماعتی اور انفرادی احساس و شعور کی بجائی میں فرق نہیں آنے پاتا، بلکہ بستی کی بستی اطمینان و سکون سے سوتی اور جاگتی ہے، اور نیکی کی زندگی بسر کرتی ہے، لیکن اگر صدقات و خیرات کرنے کے نتیجہ میں اربابِ مال و زر عوام پر اپنا رعب جمائیں، اپنی احسان مندی کا احساس دلائیں، فی اللہ نیکی کر کے لوگوں کو غلام کہیں، اور اپنے قول و عمل سے بستی کے غریبوں محتاجوں اور بے کسوں کو اذیت پہنچائیں، تو پھر صدقات و خیرات کا منشا فوت ہو جائے گا، اور احساس و شعور میں نیچ اونچ باقی رہے گی، امیری اور غریبی کا اختلاف، طبقاتی بیماری کا باعث بنے گا، اور باہمی محبت و شرافت کی زندگی پیدا نہ ہو سکے گی،

اس لئے اس سے بہتر تو یہی ہے کہ اربابِ ثروت اپنے مال اپنی تجوریوں میں بند رکھیں اور اسے باہر نکال کر جماعتی روگ کا باعث نہ بنیں، ایسے صدقات و خیرات سے ہزار درجہ بہتر یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ میٹھے بول کا معاملہ کیا جائے، خوشدلی و کشادہ قلبی سے ہنس مکھ زندگی گذاری جائے، جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کر کے اور مواخذہ و بدلہ کی ناگواری ختم کر کے اپنی بستی میں رحم و کرم اور لطف و احسان کو برپا کیا جائے، تاکہ گفتگو اور بات چیت سے کسی قسم کی ناگواری نہ پیدا ہو، اور طبقہ کا ہر چھوٹا بڑا ہنسی خوشی کی آزاد و مطمئن زندگی بسر کرے،

اے مسلمانو! اپنے اور غیروں کے ساتھ میٹھی بولی بولو، اور بخشدو گر خطا کرے کوئی

یہ دو باتین نتیجہ کے اعتبار سے بہت اہم ہین ،

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ
مِنَ الْاَرْضِ ،

اے ایمان والو خرچ کرو اللہ کی راہ مین ان پاکیزہ چیزون سے
جسے تم نے کمایا ہے، اور اس چیز سے جسے ہم نے تمہارے لیے
زمین سے نکالا ہے، (پ ۳ - ع ۵)

اسلام نقدی مال اور زمینی پیداوار کو انسان کا جائز حق تسلیم کرتا ہے، یعنی جس آدمی نے اپنے کسب وحرفت سے نقد مال جمع کیا، یا زمینی پیداوار حاصل کی وہ اس کا مالک ہے، اور کسی دوسرے کو اس مین دست درازی کرنے کا حق نہین ہے، بلکہ جو اس قسم کا ارادہ رکھتا ہے اس سے اسلام نہایت صفائی سے نہایت نرمی سے کہتا ہے کہ تم بھی اپنے زور بازو اور صنعت وحرفت سے یہ حق اپنے لئے حاصل کرلو اور بلا شرکت غیر تنہا مالک بن جاؤ، اسلام ذاتی ملکیت اور انفرادی دولت وپیداوار کے خلاف نہین ہے، بلکہ وہ اس کے حق مین ہے، اور اپنے ماننے والون سے اپیل کرتا ہے تم فضل خداوندی سے اپنا حصہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرو، اور کھاؤ پیو، اور فضول خرچی نہ کرو، لیکن چونکہ اسلام جانتا ہے کہ انسانی معاشرہ کا ہر ہر فرد اپنی بعض مجبوریون کی وجہ سے کسب ومعیشت مین اس بات پر عمل نہین کرسکتا بلکہ ہر بستی مین کچھ بیکس ومجبور اور مسکین وغریب لوگ ہون گے، جو قدرتی یا سماجی مجبوری کی وجہ سے اپنے لیے کوئی ذاتی ملکیت نہین پیدا کرسکتے، اور وہ اپنے اور اپنے بال بچون کے کھانے تک

کا انتظام نہین کرسکتے، اس لیے اسلام نے نقدی اور زمینی پیداوار کے مالکون کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنے مسکینون اور غریبون پر خرچ کرو، اور ان کی ہر طرح کی پرورش اور تربیت کے لیے اپنی دونون قسم کی پونجی صرف کرو،

یعنی (۱) کسب ومعیشت کے نقدی مال وزر سے اور (۲) حرث وزرع کے ذریعہ حاصل شدہ پیداوار اور غلہ سے خرچ کرو، مسلمان خوب سمجھ لین کہ ان کی ہر قسم کی آمدنی مین خدا کا حق ہے، یعنی اس کے حکم سے ہر قسم کی آمدنی سے معتد بہ حصہ خرچ کرنا پڑے گا، اور یہ نہین ہے کہ رمضان مین چند پیسے نکال کر کسی کو دیدیے اور ذمہ داری ختم ہوگئی، بلکہ ہر قسم کی آمدنی کا تزکیہ کرنا ہوگا، اور سب سے معاشرہ کے مسکینون کی خدمت کرنی ہوگی،

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ
فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ،

جن سے لوگون نے کہا کہ مخالفون نے تمہارے لیے تیاری کر رکھی ہے (
لہذا تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور بڑھ گیا، اور انھون نے
کہدیا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے،
(پ ۴ - ع ۹)

مسلمان کی زندگی توحید پرستی کی زندگی ہوتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مسلمان موحد بنکر اس عقیدہ ویقین سے بھر جاتا ہے، کہ نفع ونقصان کی ساری طاقت صرف خدائے واحد وقہار کے دست قدرت مین ہے، اگر وہ چاہے تو نفع ونقصان کا معاملہ ہوسکتا ہے، اور اگر وہ نہ چاہے تو پھر نہین ہوسکتا، کافر ومومن مین یہی بنیادی

امتیاز ہے کہ ایک مومن وموحد خدا پر ایمان لاکر اور تمام دوسری طاقتوں کے ساتھ کفر کرکے صرف ایک خدا سے ڈرتا ہے، اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا، اور ایک مشرک وکافر خدا کے ساتھ کفر کرکے اور دوسری غلط طاقتوں پر ایمان لاکر صرف ایک خدا سے نہیں ڈرتا اور دنیا کی ہر طاقت سے ڈرتا ہے، پس کافر بزدل ہے اور مومن نڈر ہے، مومن ہر موقع اور ہر وقت پر اسی عقیدہ سے معمور رہتا ہے کہ اگر خدا چاہے گا تو یہ بات ہوگی ورنہ نہیں ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ایمان وخوف ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، توحید پرستی اور بزدلی میں میل نہیں ہے،

اوپر کی آیتوں میں اسی بات کو ایک واضح مثال کے ذریعہ واضح فرمایا جارہا ہے، صورت یہ ہے کہ جس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، اور کفار ومشرکین ہر طرف سے مسلمانوں کے پیچھے پڑے رہتے تھے، منافقین مسلمانوں اور کافروں کے درمیان منافقانہ چال چلا کرتے تھے، خصوصیت سے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کی غیر شعوری ترکیب نکالتے تھے، مسلمانوں سے آکر کان میں کہتے کہ ہماری بات مانو، ہم تمہاری بھلائی کے لئے بتارہے ہیں، کہ کفار ومشرکین نے تمہارے مقابلہ کے لیے بڑی بھاری فوج جمع کر رکھی ہے، اور نہایت ہی عظیم الشان تیاری کی ہے، لہذا تم لوگ اپنی بےکسی وبےبسی پر نظر ڈالتے ہوئے ان کافروں سے ڈرو اور ان باتوں کو ترک کردو، جن سے وہ بھڑکتے ہیں، اور تمہیں کچا چبا جانا چاہتے ہیں، منافقین کی اس قسم کی بزدلانہ باتوں سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ڈر نہیں جاتے تھے، بلکہ نہایت بہادری اور ثابت قدمی سے ہنسکر جواب دیا کرتے تھے، کہ ہمیں کفار ومشرکین کی گیدڑ بھبکیوں کی پرواہ نہیں ہے، یہ کفار جس قدر ہمیں ستاتے ہیں ہمارا ایمان اور بڑھتا ہے، اور ہماری ایمانی

قوتیں مضبوط ہوتی جاتی ہیں اور بجائے اس کے کہ ایمان میں تزلزل واقع ہو اور زیادہ مضبوطی آجاتی ہے، کیونکہ ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ ایک خدا ہمارے لیے بس ہے، اور وہی ہمارے لئے بہترین کارساز ہے، اس کی ذات پر ایمان لانے کے نتیجہ میں ہمیں کسی قسم کی پرواہ نہیں ہے، آج بھی حق پرستوں اور مصلحوں کے خلاف جگہ جگہ شورش برپا کی جاتی ہے ہنگامہ برپا ہوتا ہے، لوگ تہدیدوں اور دھمکیوں سے ڈراتے ہیں، اور آج بھی ایمان وتوحید والے اپنے کام میں مزید انہماک پاتے ہیں، اور ذرہ برابر ہراساں نہیں ہوتے، اگر اللہ تعالیٰ حق پرستوں کے دل میں بزدلی بھر دیتا تو پھر دنیا میں کبھی حق کا سر اونچا نہ ہوتا۔ اور باطل کی شورش ہمیشہ حق کی آواز کو دبائے رکھتی، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کا مقام عزیمت پر ثابت قدم رکھے، آمین،

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ
فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا
مَعَ الْأَبْرَارِ

اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ ایمان کے لیے پکار رہا ہے، کہ تم لوگ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار! اس لیے ہمارے گناہوں کو بخشدے اور ہماری لغزشوں کو چھپادے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔ (پ ۴ - ع ۱۱)

یہ ان لوگوں کے تاثرات ہیں جو خلاصہ انسانیت ہیں، اور جن کی وجہ سے انسانوں کا

Scanned by CamScanner

سرا ونچا ہے، قرآن حکیم کی اصطلاح مین یہ حضرات "اولوالالباب" یعنی ارباب عقل کے لقب سے یاد کیئے جاتے ہین، سچائی کے طلب گارون کے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ کہین کوئی چشمۂ صدق وصفا نظر پڑ جائے پھر کیا ہے اُن کی تشنہ کامی اُدھر چلنے کو دوڑنے لگتی ہے، اور وہ سیرابی سے ہمکنار ہو جاتے ہین، تشنگانِ حق وصداقت دلیل وحجت کے پیچھے نہین پڑتے اور ابا و انکار کا رویہ نہین اختیار کرتے، بلکہ جہان کہین حق وصداقت کا نشان ملا کہ جھک گئے، اور اپنے مقصد مین کامیاب ہو گئے، پھر یہ نہین کہ وہ حق کو قبول کر کے اس پر فخر کرنے لگین کہ چلو ہم تو صحیح راہ کو پا گئے، اور اپنے مقصد مین کامیاب ہو گئے، نہین بلکہ ان کی نظر بہت دور رس ہوتی ہے، وہ دنیا مین حقانیت کے پا جانے کو آخرت مین حق پانے کا ذریعہ سمجھتے ہین، اس لیۓ اللہ کے داعی کی دعوت پر اپنے قول وعمل سے لبیک کہنے کے باوجود اپنی آخرت کی بھلائی کی دُعا کرتے رہتے ہین، نیک زندگی کی دعا کرتے ہین، نیک موت کی آرزو کرتے ہین اور نیکون کے زمرے مین دوبارہ اٹھنے کی تمنا کرتے ہین، اے مسلمانو! یہ ان حقیقی مسلمانون کی آواز ہے، جن کے لئے اسلام ہے، اور جو اسلام کے ہین، تم بھی یہی زندگی اور یہی نظریۂ حیات حاصل کرو، اور دنیا وآخرت مین کامیاب وبامراد ہو،

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادِ،

اے ہمارے پروردگار! اور تو ہمین وہ چیز دے جس کا تو نے ہم سے
اپنے رسولون کے ذریعہ وعدہ فرمایا ہے، اور تو نہ رسوا کر ہمین
قیامت کے دن، بیشک تو وعدہ خلافی نہین فرماتا، (پ ۴ ۔ ع ۱۱)

خدا کے برگزیدہ بندے دین وایمان کی دولت سے مالامال ہو جانے پر اپنے یقین وعمل کی سفارشون کے ذریعہ ربُّ السّمٰوٰت والارض کے دربار مین معروضات پیش کرتے ہین، وہ اپنی زندگی کے لیۓ عزت وفتح مندی اور بشاشت وتازگی طلب کرتے ہین، اور انجام کار کی حرمان نصیبی، اور فضیحتی سے پناہ مانگتے ہین، وہ اپنے پروردگار سے یقین وعمل کے زور پر دعا کرتے ہین، کہ اے اللہ! تو نے اپنے رسولون اور نبیون کی زبانی اپنے خاص بندون کے لیۓ جن باتون کا وعدہ فرمایا ہے، ان کو پورا فرما، اور ہمین اس کا مستحق ٹھہرا، اگر ہمارے استحقاق مین کوئی کمی ہے تو اپنے فضل وکرم سے ہمارے اعمال ایسے کر دے جو ہمین تیری نعمتون کا سزاوار بنا سکین، خداوندا! تو نے ایمان واسلام کی زندگی گذارنے پر جو وعدہ فرمایا ہے وہ برحق ہے، تو برحق، تیرا وعدہ برحق اور اس کا وفا ہونا برحق، تو وعدہ خلافی نہین فرماتا، اس لیۓ ہمین بھی اپنے تمام وعدون سے نواز، اور اگر ہمارے اندر اس کے استحقاق کی کمی ہے تو اپنے فضل سے اسے پورا فرما،

اگر آج کے مسلمان بھی خدا کے دین کے بخشے ہوئے، یقین واعتقاد اور عمل وکردار کا وزن سمجھتے ہین، اور ان مین ہونے والے نقصان کی تلافی کی کوشش کرتے ہین، تو انھین اللہ کے سامنے منہ کھولنے اور اس کی نعمتون کے سوال کرنے کا حق حاصل ہے، اوپر کی آیتون مین کسی خاص گروہ کا ذکر نہین ہے، بلکہ یہ تمام ان لوگون کی باتین ہین، جو دین ودیانت کے مقام سے واقف ہین، اور ان مین انسانیت کی روح بیدار ہے،

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ
مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ،

Scanned by CamScanner

پھر ان کے رب نے ان کی دعائیں قبول کیں کہ میں تم میں سے کسی عمل
کرنے والے مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، تم آپس میں
ایک ہو، (پ ۴ ۔ ع ۱۱)

جو لوگ پاک نفس ہیں اور ساتھ ہی عمل و کردار کی پاکیزگی سے بھی بہرہ مند ہیں اور پھر اپنے پروردگار سے پوری عزیمت و استقامت کے ساتھ اپنے دل کی مرادیں مانگتے ہیں اور اس کے کیے ہوئے وعدوں کی وفا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرمالیتا ہے اور ان کی نیازمندانہ التجاؤں اور آرزوؤں کو نوازتا ہے، خدا کی اس نوازش و رحمت میں صرف "انسانیت" کا اعتبار ہے، جس میں بھی انسانیت کی قدریں بدرجہ اتم موجود ہیں ہیں وہ خدائی انعام و اکرام کا سزاوار ٹھہرتا ہے، اس لیے استحقاق و سزاواری میں مرد یا عورت کے امتیاز کا کوئی سوال نہیں ہے، آدم کی بیٹی دین و دیانت کے معاملہ میں آدم کے بیٹے سے کسی طرح کم نہیں ہے اس میں استعداد و استحقاق کی وہی قدریں موجود ہیں، جو مرد میں ہیں، اس لیے خدا کے فضل و احسان کی نظر میں مرد عورت کا فرق کوئی حقیقت نہیں رکھتا، کیونکہ یہاں انسانیت کبریٰ کی برتری کا سوال ہے، جو انسانوں میں نمودار ہوتی ہے وہ انسان مرد کی صورت میں ہو یا عورت کی صورت میں،

مرد عورت کی تفریق کوئی حقیقی تفریق نہیں ہے، بلکہ ایک صنفی امتیاز ہے، پس اس فرق کا اثر خدا کے فضل و کرم پر نہیں پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں عورت بھی مرد کے شانہ بشانہ چلتی رہتی ہے،

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ

بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ،

اللہ حکم دیتا ہے تم لوگوں کو کہ امانتوں کو ان کے حقداروں تک
پہنچاؤ، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ
فیصلہ کرو، (پ ۵ ۔ ع ۵)

دنیا میں مسلمان امن و امان کا ضامن ہے، اور اس کے اوپر فرض ہے کہ انسانی زندگی کو ہر خطرہ کے وقت امن و امان کی پناہ میں لے لے، اور اپنے وجود سے امانت و دیانت، انصاف و عدالت، سکون و طمانیت اور بشریت و انسانیت کو تروتازہ رکھے اور نہ صرف یہ کہ ہر طرف امن و راحت کو عام کرنے کی کوشش کرے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ خوف و ہراس، وساوس و خطرات اور بے اطمینانی و پریشانی کو بھی ختم کرے،

اس سلسلہ میں قرآن حکیم دو بنیادی باتوں کی طرف رہنمائی کر رہا ہے اور حکم دیتا ہے کہ کھلی عدالت ہو یا خفیہ امانت ہو دونوں میں تم ایک رنگ اختیار کرو، اور تمہارے ظاہر اور باطن میں دورنگی نہ ہو، جہاں تک امانت کا تعلق ہے، وہ ایک خفیہ معاملہ ہے، جو صرف دینداری و ایمان داری کے بل بوتے پر کیا جاتا ہے، اور اس کی ادائیگی کا تقاضا صرف ایمانی قوت اور دیانت کی عظمت پر موقوف ہے، اور جہاں تک فیصلہ و محاکمہ کا تعلق ہے وہ کھلی عدالت اور پنچایت کا معاملہ ہے اور اس بارے میں بہت سے ایسے مقامات آجاتے ہیں جہاں انسان باوجود تمام باتوں کے کھلی ہونے کے بددیانتی پر اتر آتا ہے اور حق کے فیصلہ کو باطل کی نذر کر دیتا ہے،

قرآن حکیم فرماتا ہے کہ یہ دونوں معاملے انسانی زندگی کے اہم مسئلے ہیں، ان میں اگر تم نے ذرا بھی ناانصافی اور حق تلفی کی تو انسانیت میں ایسی دراڑیں پیدا ہو جائیں گی

Scanned by CamScanner

جن کا بند کر دینا تمھارے بس سے باہر ہو گا، لہذا ان مین خصوصیت سے عدل و انصاف سے کام لو، اور اپنی ذمہ داریون کا پورا پورا احساس کرو۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

اور جو شخص برائی کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ کو غفور و رحیم پائے گا (پ ۵ ۔ ع ۱۳)

انسان اللہ کی بہت ہی پیاری مخلوق ہے، خدا نے اس کے فائدے کے لئے یہ دنیا اور اس کی ساری رنگینیان پیدا فرمائین، چاند، سورج اور ستارے بنائے، سرد و گرم موسمون کو بنایا، سالون، مہینون اور دنون کو پیدا فرمایا، پھر سب کچھ کرنے کے بعد انسان کو اس زمین پر اپنی نیابت دی اور ساتھ ہی اس کی ہدایت کے لئے اصول و قواعد مقرر کر دیئے، آسمانی احکام کا انتظام کیا، ان ہی انسانون مین سے ان کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل مبعوث کئے، اور ان کے لئے نیک راہون کو اجاگر کیا، اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی اگر انسان بے راہ روی اختیار کرتا ہے اور راہ و بے راہ ہو جاتا ہے تو اس سے درگذر کر دینے کی سنت جاری فرما دی،

سوچ سکتے ہو کہ کیا اس سے بڑھ کر شفقت و محبت کا کوئی درجہ ہو سکتا ہے، اب یہ انسان کی استعداد و صلاحیت ہے کہ وہ قدرت کی ان بخششون سے فائدہ حاصل کرے اور صحیح راستہ پر چلے یا اس کی ناکامی و حرمان نصیبی ہے کہ ان باتون کے باوجود اس دنیا سے ناکام و نامراد جائے،

قدرت کو خوب معلوم ہے کہ انسان اپنی جبلت کے اعتبار سے بہت ہی رنگین واقع ہوا ہے اور اس مین بے راہ رو ہو جانے کا مادہ موجود ہے، اس لئے اس نے یہ تمام انتظامات کرنے کے باوجود مزید فضل فرمایا کہ اس کی لغزشون اور گناہون سے درگذر کرنے کا اعلان فرما دیا، اب یہ انسان کا کام ہے کہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھائے، خدا نیند سے اٹھا کر اس کی گناہون کو بخشنے کے لئے نہین آئے گا، اور اس کی گردن دبا کر توبہ و استغفار نہین اگلوائے گا،

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ،

پس جن لوگون نے ہجرت کی اور جو اپنے گھرون سے نکالے گئے اور میری راہ مین ستائے گئے، اور لڑے اور مارے گئے، مین ان کی لغزشون سے ضرور بالضرور درگذر کر کے ان کو ایسی جنتون مین داخل کرون گا جن کے نیچے نہرین جاری ہین، یہ معاملہ خدا کی بارگاہ سے اجر و ثواب کے طور پر ہو گا اور خدا کے یہان تو حسن ثواب ہے،

(پ ۴ ۔ ع ۱۱)

اس دنیا کی سب سے بہترین زندگی وہی زندگی ہے جو یہان بھی عزت و آبرو سے گذرے اور وہان بھی کامیاب ہو، اور اس کے لئے سب سے کامیاب وہ زندگی ہے جو خدا کی راہ مین

Scanned by CamScanner

گذرے، اور سچائی اور نیکی کے لیے وقف ہو، اور حالات و واقعات کی ہزاروں ناگواریوں کے باوجود ہنستی کھیلتی رہے، ارباب صدق و صفا اور اہلِ حق و صداقت دنیا مین اسی زندگی کو کامیاب زندگی سمجھتے ہین جس مین خدا کی راہ کی تمام دشواریاں موجود ہون اور ان دشواریوں سے گذرنے مین لذت ملتی ہو، اپنوں کی مار کھانا، غیروں سے دردمند ہونا، سماج کی نگاہ مین برا ہونا، گھر سے بے گھر ہونا، مال و متاع سے محروم ہونا، آل اولاد تک کو خیرباد کہنا اور پھر ان تمام باتوں کے باوجود خدا کی راہ مستقیم پر ڈٹے رہنا صبر و رضا کی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہے،

یہان ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے، جو اسلام و ایمان کی راہ مین کام آئے، گھر سے بے گھر ہوئے، بستی سے نکالے گئے، تکلیف دیئے گئے، مگر جس قدر ان کو ان حالات سے دوچار کیا گیا ان کی ہمت بڑھتی گئی، اور سچائی کا پارا اونچا ہوتا گیا چنانچہ ان ہی بے سہاروں نے خدا کی ذات کے سہارے مخالف گروہوں اور ناگوار حالات کا جان توڑ کر مقابلہ کیا، اسلام کی حمایت مین سینہ سپر ہوئے، اور جہاد کے لئے آگے بڑھے پھر کتنے تھے جو غازی و مجاہد بن کر کامیابی کے ساتھ واپس ہوئے، اور کتنے تھے جو شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام ہوئے، ان قدسیون کے لیے انجام کی تمام بھلائیاں مہیا ہین اور ان کو نہ دنیا مین کوئی فکر ہے اور نہ آخرت مین کوئی کھٹکا،

مسلمانو! اگر تم بھی دنیا و آخرت مین بے غبار زندگی کے خواہان ہو تو تمہین بھی وقت آنے پر یہ کرنا ہوگا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ

اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ.

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب کہ ایک قوم نے ارادہ کیا کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں کو تمہاری طرف بڑھائیں پس خدا نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، اور تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو، اور مومن تو خدا ہی پر توکل کرتے ہین۔

(پ ۶ - ع ۶)

ارباب دین و دیانت پر غیروں کے ہاتھوں مصیبتین آتی ہین اور انھین اس دنیا مین برے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کی وجہ کبھی تو غیروں کے مقابلہ مین ان کی ظاہری کمی ہوتی ہے اور عددی اقلیت کی وجہ سے کفار و مشرکین کے حوصلے بڑھ جاتے ہین، جس کی وجہ سے وہ ارباب دین و دیانت دست درازی کرتے ہین، اور ان کی ایذا رسانی کے پیچھے پڑتے ہین، اور کبھی مسلمانوں کی عددی اکثریت کے باوجود اور ظاہری ٹھاٹھ کے علی الرغم ان کی اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے اغیار کے حوصلے بلند ہو جاتے ہین اور وہ ان کے لیے سر اٹھا کر نمودار ہوتے ہین، اور تکلیفین پہنچاتے ہین، ان دونوں حالات مین اللہ تعالیٰ پکے مسلمانوں اور سچے پرستاران حق و صداقت کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ کفر و اسلام کی آویزش کی تاریخ مین ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے کہ جب کبھی دشمنانِ حق و صداقت نے یہ سمجھ کر تم پر دست درازی کی ہے کہ چونکہ تم مسلمان ہو اس لیے تم کو مٹانا چاہیئے، تو ہم نے اُن کی کلائیوں کو موڑ دیا ہے۔ ان کے حوصلے پست کر دیئے ہین، اور ان کی جمعیت تہس نہس کر دی ہے، اور مسلمانوں کو بچایا ہے،

تاریخ انسانی کے ہر دور میں یہ حقیقت آفتاب کی طرح روشن ہے، تم جس انسانی دور کو چاہو اس میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرلو، اور پھر تم خدا پر توکل کی روح سے معمور ہو جاؤ، کیونکہ سچے مومنوں کا توکل ہمیشہ خدا کی ذات پر ہوا کرتا ہے، اور ان کے اسی توکل کی برکت سے خدا ان کے مخالفوں کو تاراج کر دیتا ہے، پس آج کے مسلمان اگر یہ دیکھتے ہیں کہ غیر طاقتیں ان کی طرف دست درازی کر رہی ہیں، اور ان کو اچک لینے کی ترکیبیں کر رہی ہیں تو ان کو چاہیئے کہ توکل علی اللہ کی فضا پیدا کریں اور اپنے اندر وہ زندگی پیدا کریں جو یقین و اعتقاد کی چٹانوں سے وابستہ ہو جب تک اعتقاد و عمل کے میل سے یہ زندگی اسلامی معاشرہ میں پیدا نہ ہوگی اس وقت تک اغیار کی دست درازی سے بچنا مشکل ہے، اسلام دنیا کے لیے ابدی اصول فلاح و نجاح ہے، اسے کبھی چلنے والے کسی طاقت کے مٹائے سے مٹ نہیں سکتے، البتہ اس کی طرف نسبت کرکے دین و ایمان کی اعتقادی اور عملی زندگی سے غافل رہنے والوں کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے،

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ
وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ
سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور

ان کی تعظیم و تکریم کرو، اور اللہ کو قرضہ حسنہ دو، ایسی حالت میں میں تمہاری لغزشوں سے ضرور بالضرور درگذر کروں گا، اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، پس تم میں سے جو اس کے بعد کفر کرے گا تو وہ سیدھی راہ سے ہٹ جائے گا،

(پ ۶ ۔ ع ۷)

نصرتِ خداوندی اور امداد الٰہی کے کچھ اسباب و وجوہ بھی ہوتے ہیں، یا بالفاظ دیگر ان کے لیے ایسی استعداد و صلاحیت اور قابلیت درکار ہے، جو فیضانِ خداوندی سے بہرہ یاب ہونے کی اہل ہو، قانونِ قدرت ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں حق و صداقت اور دین و دیانت کا ساتھ دیتے ہیں، نصرتِ خداوندی ان کا ساتھ دیتی ہے، کیونکہ نظام قدرت کی ساری ہنگامہ آرائی اسی منشار کے لیے ہے، کہ یہ کائنات امن و سکون اور اصول و ضابطہ کی بحالی سے کامیاب و کامران رہے، پس اس معاملہ میں جو قوم یا فرد مفید ثابت ہوگا، نظام قدرت کو اس میں دلچسپی ہوگی، اور وہ زیادہ سے زیادہ تند و مندی اور توانائی دینے کے حق میں ہوگا، اور قدرت کی طرف سے اپنے مصلحین کی امداد ہوگی، جو نیک اعتقاد و عمل سے دنیا میں سچائی پھیلانے اور برائی مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کے برعکس بد باطنوں فاسقوں، فاجروں، بدکاروں اور بدعقیدہ لوگوں کو نہ صرف محرومی ہوگی، بلکہ ان کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونا پڑے گا، قرآن حکیم قوم یہود کی مثال پیش فرما رہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا ساتھ دینے کا پورا وعدہ فرمایا، اور دنیا میں ان کو ہر طرح کامران و غالب کرکے آخرت میں جنات و انہار کی وراثت دینے کی ذمہ داری لی تھی، مگر یونہی نہیں بلکہ اس کے لیے استعداد و قابلیت کا معیار ان باتوں کو بنایا، جن کے کرنے سے انسان

Scanned by CamScanner

کی روحانی، مادی، انفرادی، اجتماعی، ملکی، قومی اور ہر طرح کی زندگی فیضان خداوندی کی سزاوار ٹھہر جاتی ہے، اگر نماز سے روح و اخلاق میں قابلیت پیدا ہوتی ہے تو زکوٰۃ کے نظام کی وابستگی سے سوسائیٹی کے عمل یقین میں اطمینان وسکون کی قدریں ابھرتی ہیں، پھر اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے سے فیضان خداوندی کے لیے نسبت پیدا ہو جاتی ہے، اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے اس فیضان کی طلب اور خواہش ابھرتی ہے، جب انسانی زندگی میں نیکی کی قوتیں اس طرح بیدار ہو جاتی ہیں، تو نصرتِ الٰہی آتی ہے، اور دونوں جہان میں دست گیری کرتی ہے،

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ
جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ
أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ،

اور جب موسیٰ نے کہا کہ اے قوم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیونکہ اس نے تمہارے اندر انبیاء بنائے، اور تم کو بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ چیز دی، جو دنیا میں کسی کو نہیں دی۔

(پ ٦ - ع ٨)

کسی قوم یا خاندان میں اہلِ ارباب علم وفضل کا پیدا ہونا، عزت وشرافت کی قدروں کا بلند ہونا اور رشد واقتدار کی دولت سے بہرہ ور ہونا، فضل خداوندی اور اس کی توفیق سے ہے، جن گھرانوں یا جن بستیوں میں ارباب علم وفضل ہوں، ارباب ثروت واقتدار ہوں، ارباب فہم ودانش ہوں، وہ گھرانے اور بستیاں اللہ کے خاص انعام

سے بہرہ مند ہیں، تاریخ عالم میں بہت سی ایسی قومیں اور ایسے ممالک گذرے ہیں اور آج بھی ہیں جن کے مزاجوں میں شرارت وعدوان کے بجائے شرافت وانسانیت ہوتی ہے جہل ونصب کے بجائے علم وکشادگی ہوتی ہے، مرعوبیت کے بجائے اقدامی طاقت ہوتی ہے، افسردگی کم ہمتی، کوتاہ بینی اور بے بسی کے بجائے انبساط، تازگی شگفتگی، وسعت نظری، اور سرور ومسرت ہوتی ہے، پس جو لوگ اس دنیا میں امتیاز وفرقان کے مالک ہیں اپنے علم وفن اور ریاست وامارت کی وجہ سے تاباں ودرخشاں ہیں، ان پر اور ان کی زندگی پر فضلِ خداوندی کی بہت بڑی نوازش ہے، ایسی نوازش جسے اہم مواقع پر یاد کر کے اپنی زندگی سنواری جا سکتی ہے۔ وہ لوگ خدا کی نعمت سے بہرہ یاب ہیں،

تاریخ عالم کے گذشتہ دور میں بنی اسرائیل قوم اپنے ثروت واقتدار، علم وفضل، ریاست وحکومت اور ذہن ومزاج کے اعتبار سے بہت ہی سربلند قوم تھی، جسمانی صحت وتندرستی کے ساتھ علمی تن ومندی اور ذہنی بحالی بھی انہیں پورے طور سے مہیا تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نبو اسرائیل کے ناخلف لوگوں کو خطاب کر کے اُن کی قومی پوزیشن یاد دلاتے ہیں کہ، اگر خدا نے تمہارے اوپر یہ احسانات کیے ہیں، تو تم اس کی جناب میں آؤ، اور گمراہ ہو کر ان تمام خاندانی اور قومی سربلندیوں سے نہ گرو،

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ
جَنَّاتِ النَّعِيمِ،

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ کی زندگی گذارتے تو ہم ان سے ان کی لغزشوں کو ضرور نظر انداز کر دیتے اور ہم ان کو ضرور

جنات نعیم مین داخل کرتے،　　　(پ ۶ - ع ۱۴)

خدا کا قانونِ حیات ہر ملک و قوم اور ہر نسل و قبیلہ کے لیئے ہے، اس کی وسعت مین کائنات انسانی کی تمام اگلی پچھلی قدرین سما سکتی ہین، اس مین جغرافیائی حدبندی نہین ہے، نسلون، خاندانون اور قومون کی تنگی نہین ہے، اس کے اندر یہود و نصاریٰ ہون کہ کفار و مشرکین، زردشتی و مجوسی ہون کہ صابی و ناصبی سب ہی پناہ پا سکتے ہین، اور خدا کی ان نعمتون سے برابر کا حصّہ لے سکتے ہین، جو اس مین پناہ لینے والون کے لئے مقدر ہین،

خدا کی رحمت مین تنگی نہین ہے، اسلام کسی دائرہ کا نام نہین ہے، اس کے ابدی و ازلی اصول حیات مین دورنگی اور اختلاف نہین ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ان کے خاندان کے لوگ ہی اسلام کی دولت سے حصّہ لے سکتے ہین، اور ان ہی کے خاندان و نسل مین یہ میراث منتقل ہوتی رہے گی، بلکہ جو نسل و قوم اسے اپنا بنا لے، یہ اصولِ حیات اس کے لیئے ہین، ان کے نتائج کی خوشگواری مین بخل و کنجوسی نہین ہے، اگر یہ اسلام پر عمل کرین تو انہین دنیا و آخرت کی بھلائی ملے، اور اگر وہ عمل نہ کرین تو ان کے لیئے کچھ بھی نہ ہو، اسی بنا پر اگر یہود و نصاریٰ اسلام کی حقیقتون کو تسلیم کر لین اور ان کے عقیدہ و عمل سے اس کا ظہور ہو تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی ان تمام نعمتون سے نوازے گا، جو اسلام لانے والون اور اس پر عمل کرنے والون کے لیئے ثابت ہین،

ان کی بے راہ روی پر رحمت خداوندی پردہ ڈال دے گی، انتقام و عذاب کی گرفت ختم ہو جائین گی، اور خدا کے قانونِ مجازات مین نرمی کر دی جائے گی، پھر یہ بھی ہوگا کہ دنیا کی عزت و سکون کی زندگی کے ساتھ آخرت مین ابدی نعمتون اور دائمی خوشگواریون سے حصّہ ان کو ملے گا، اور وہ دونون جہان مین کامیاب ہون گے، جب غیرون کے مسلمان ہونے

پر بشارت ہے تو خود مسلمان اگر حقیقی مسلمان بن جائین تو ان کے لیے کیا کچھ نہ ہوگا،

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ

فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔

پس جب تم لوگ نماز پوری کر لو تو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤن پر یاد کیا کرو، اور جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قائم کرو، بیشک نماز مومنون کے اوپر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے،　　　(پ ۵ - ع ۱۲)

یہان یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب تم لوگ میدانِ جہاد کی جانبازی کی حالت مین اس طرح نماز باجماعت پڑھ لو تو پھر اپنے کام مین لگ جاؤ　　　ین کے نام پر اپنی جانون کو ابتلاء و آزمائش مین جھونک دو، مگر اس حالت مین بھی تم خدا کی یاد سے ذرا بھی غافل نہ رہو، بلکہ لڑتے ہوئے بھی جیسے تمہارے لیئے ممکن ہو اپنے پروردگار کو یاد کرتے رہو، کھڑے بیٹھے لیٹ کر سواری پر یا پیدل، اعضاء و جوارح سے دل اور اشارے سے غرض کہ کسی حالت مین خدا کی یاد سے غافل نہ رہو، پھر جب دم لینا نصیب ہو، تو باقاعدہ جماعت کے ساتھ وقت کی پابندی کرتے ہوئے سب مل کر نماز پڑھو،

مسلمان غور فرمائین کہ جنگ و جہاد کی ہولناکیون مین بھی نماز سے فرصت نہین ہے بلکہ جیسے بھی ممکن ہو اسے ادا کرنا ہی پڑیگا، بھلا اس نازک وقت سے زیادہ نازک اور مصروف وقت انسانی زندگی مین آ سکتا ہے؟ اور آدمی معذرت کر سکتا ہے، کہ موقع اور فرصت نہین

Scanned by CamScanner

مل سکی کہ نماز ادا کر سکین، تو پھر کون سا وقت ہو سکتا ہے جس مین نماز کا حکم اٹھ سکتا ہے؟ خوب غور سے سن لو کہ کسی وقت اور کسی حال مین بھی نماز معاف نہین ہے، مسلمان کو تو یہ وظیفہ حیات زندگی کے ہر مرحلہ پر ادا کرنا ہی پڑے گا، آجکل کے روشن خیال لوگون کو زندگی کی گوناگون مصروفیتون سے اتنی فرصت نہین ملتی کہ وہ بقول خود پانچ وقت کی نماز ادا کر سکین، یہ روشن خیالی نہین بلکہ اپنی ذمہ داری سے غفلت ہے، اور بالادست قوت سے بغاوت ہے، کیریکٹر تو یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اپنی ذمہ داری کو نباہتا رہے،

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ، وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ،

وہ کہتے ہین کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، اس لیے ہمین شاہدین اور ماننے والون کی ساتھ لکھدے، اور ہمین کیا حق ہو کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ایمان نہ لائین اور پھر امید کرین کہ ہمارا رب ہمین صالح قوم مین داخل کر دے، پس ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ نے ان کو ایسی جنتین دین جن مین نہرین جاری ہین، اور نیکون کارون کی یہی جزا ہے،

(پ ۷ - ع ۱)

ظالمون اور سرکشون کی روش ہمیشہ الٹی رہتی ہے، وہ ہر نیک کام سے جی چراتے ہین اور اپنی عیاشی کی وجہ سے ابا، و انکار کا مظاہرہ کرتے ہین، گر ڈینگ مارنے مین بہت آگے آگے ہوتے ہین، کام کچھ نہین کرتے، مگر دعوی بہت کچھ کرتے ہین، بخلاف اس کے جو لوگ نیک اور شریف ہین جن کی فطرت سلیمہ ماحول کی گندگیون سے ملوث نہین ہوتی ہے اور جو اپنی زندگی کو کسی روحانی نظام اور سچے اصول سے وابستہ کر لیتے ہین، وہ کبھی ایسا نہین کرتے کہ ظالمون کی راہ پر چلین اور بے عملی و بدعقیدگی کے برتنے کے بعد اچھی خواہش رکھین، وہ خود سوچتے ہین کہ جب تک ہم اپنی زندگی کو سچے اصولون کا پابند نہ کر لین ہمین کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اچھے نتائج کے امیدوار بنین اور ان لوگون کے طبقہ مین اپنا شمار کرین جو صلحا و صالحین کا ہے، جن کی زندگی اوامر و نواہی کو دیکھ دیکھ کر قدم آگے بڑھاتی ہے، اور خوش بختی خوش نصیبی کی وارث ٹھہرتی ہے، بلکہ وہ پہلے ایمان و عمل صالح کی بنیاد مضبوط کرتے ہین اور عمل و حرکت سے ظاہر کرتے ہین کہ وہ انعام خداوندی کے مستحق ہین، پھر دعا کرتے رہتے ہین کہ اے اللہ ہمین بھی اپنے نیک بندون کی زندگی سے سرفراز کر دے، جن پر تو نے انعام کیا ہے، اور جن کی زندگیون کو تو نے دنیا اور آخرت مین اپنے فضل و کرم کا خزانہ بنایا ہے، ایسے برگزیدہ انسان عواقب و نتائج کی خوشگواری کے اصلی مستحق ٹھہرتے ہین، اور ان ہی لوگون کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی ہوتی ہے، جس طرح ان کے پیشرو نیک کار ہوتے ہین، اور انعامات و برکات خداوندی کے سزاوار ہوتے ہین، اسی طرح یہ لوگ بھی صالح و نیک ہو جاتے ہین، اور ان کے لیے فیضان خداوندی کا ظہور ہونے لگتا ہے،

پس اے مسلمانو! تم غور کرو کہ ایمان و عمل صالح کی پونجی کسقدر تمہارے پاس موجود ہے اور تم اپنی زندگی کو انعامات و برکات کے لیے کس درجہ مین مستحق تصور کرنے

Scanned by CamScanner

ہو، خواب و خیال کی دنیا سے نکل کر واقعات و حقائق کی روشنی میں آؤ،

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

جن لوگوں نے ایمان لا کر اپنے ایمان میں ظلم اور نقصان نہیں ملایا ان ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یاب ہیں،

(پ ۷ - ع ۱۵)

جس طرح آگ اور پانی کا ایک جگہ جمع ہونا مشکل ہے، سردی اور گرمی کا اجتماع ممتنع ہے اور سیاہی و سفیدی میں باہمی میل محال ہے، اسی طرح ایمان و کفر میں بُعد اور دوری ہے، اور یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایمان کا زبانی اقرار اور بے ایمانی کے افعال و کردار ایک جگہ جمع ہو کر کوئی نیک نتیجہ برآمد کر سکیں، قرآن حکیم نے ایمان کے مقابلہ میں ظلم کا لفظ استعمال کر کے ان اعمال، حرکات اور عقائد و تصورات کو بیان کر دیا، جو ایمانی عقیدہ و عمل کے بالکل خلاف اور عین ضد ہیں اور بتا دیا کہ دنیا میں امن و امان اور سکون و اطمینان اور ساتھ ہی نیک روی، راہ یابی اور سلیقہ مند زندگی کی طرف رہنمائی بکثرت ان ہی قوموں، ملتوں اور امتوں کا حق ہے، جن کے اندر ایمان و کردار کی روشنی ہے، جن کے دماغوں میں خدا پرست عزیمت کام کر رہی ہے، جن کے دلوں میں خداوندی بصیرت کے دریا موجزن ہیں، جن کی نگاہوں میں کفر و شرک کی تصویریں نہیں جچتی ہیں، جن کے منہ میں ایسی زبان ہے جس سے کبھی کلمۂ خیر کے سوا کلمۂ شر نہیں نکلتا، اور جن کے خیال و تصور میں نیکی ہی نیکی ہے، وہ نہ انہوں کی کبھی برائی کرتے ہیں، نہ غیروں کا برا چاہتے ہیں، بلکہ سب کا بھلا چاہتے ہیں، سب کی خیر مناتے ہیں، اور سب کے لیے

نیک ارادے رکھتے ہیں اور دین کی حقیقتوں پر عمل کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ دنیا میں امن کی زندگی پائیں گے اور ہر طرح بے فکر رہیں گے،

یہ آج جو ہر طرف بدامنی و جنگ کی ہنگامہ آرائی برپا ہے اور کسی ملک سے لیکر کوئی بستی مطمئن نہیں ہے، اسی ظلم کا نتیجہ ہے جو انسان اپنے ضمیر، اپنے ماحول، اپنی فطرت، اپنی زندگی اور اپنی حیات مستعار پر رات دن کر رہا ہے، اور ایمان و اسلام بالفاظ دیگر امن و امان اور سکون و سلام سے منہ پھیر رہا ہے،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ،

یہ لوگ جنتی ہیں، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور نکال دیا ہم نے ان کے سینوں سے حسد و کینہ اور دشمنی کی کھوٹ سے جو کچھ تھا، ان کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

(پ ۸ - ع ۱۲)

جنتی حضرات کے اوصاف و حالات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ایک خاص بات کو بیان فرما رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی کھوٹ، بغض و حسد اور کینہ و دشمنی نکال دیں گے، اور ان کے دل ایک دوسرے کی طرف سے بالکل بے غبار اور صاف ستھرے ہوں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی زندگی کا حقیقی لطف جب ہی ہے کہ جب کہ اس کے رہنے والے میل و محبت کی خوشگوار فضا میں پھولتے پھلتے رہیں اور کسی کو کسی کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شکوہ نہ ہو، یوں بھی جنت میں بغض و دشمنی اور کینہ و حسد کا نام و نشان نہ ہوگا اور کوئی جنتی ایسا کام نہیں کرے گا، جو کسی قسم کی ناگواری کا باعث ہو، اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر

زندگی کو جنت بنانا ہو تو آپس مین میل محبت کی فضا پیدا کرو، اور اس دنیا مین جنستی زندگی کی بنیادون پر اپنی اسلامی زندگی گزارو، اگر باہمی محبت کی زندگی گزاروگے، تو دنیا مین بھی خوشگوار زندگی پاؤگے، اور جیتے جی جنت کا مزا چکھوگے اور مرنے کے بعد تو جنت کے وارث تو تم ہو ہی،

پس! اے مسلمانو! اپنی زندگی کو باہمی بغض و دشمنی کی وجہ سے جہنم نہ بناؤ، اور اسلام نے میل و محبت اور مودت و اخوت کی بنیادون پر اس دنیا کو تمھارے لیئے جنت بنایا ہے، اسے اپنی ناکردنیون سے جہنم نہ بناؤ، اگر ایسا کروگے تو نعمتِ خداوندی کی بڑی ناشکری ہوگی اور ناشکری کی سزا مین گرفتار کیئے جاؤگے، تم ہر قسم کی باہمی عداوت کو ختم کرڈالو، اور اس بارے مین کسی کی بات نہ مانو، ورنہ خدا اور رسول کی نافرمانی ہوگی، وہ لڑانے والے ملّا ہون، یا کافر گر مولوی ہون، اور یا پیری مریدی کے نام پر ملّت اسلامیّہ کی اجتماعی زندگی مین اختلاف کا زہر گھولنے والے لوگ ہون، جو بھی تم کو باہمی اختلاف اور دل شگاف کی تعلیم دے، اس سے دور بھاگو، ورنہ یہ لوگ خود تباہ و برباد ہو کر تمھین بھی تباہ و برباد کرڈالین گے،

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؀

اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم تھوڑے تھے، ملک مین کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمھین اچک لین، تو اس حال مین خدا نے تمھین پناہ دی، اور اپنی نصرت سے تمھین نوازا اور تمھین

طیبات سے روزی دی تاکہ تم شکر کرو ، (پ ۹ ۔ ع ۱۷)

جب کسی قوم مین یقین و عزیمت کے فقدان سے کھوکھلا پن پیدا ہوجاتا ہے، تو اس مین ہر قسم کے خطرات گھستے رہتے ہین، اور معمولی معمولی باتون کی وجہ سے اس قوم کی جان نکلنے لگتی ہے، دیکھ لو آج ہندوستان کے مسلمانون کا کیا حال ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم تکوینیات کا ہر تغیر و انقلاب ان کے لیئے موت کا پیغام ثابت ہو رہا ہے، جہان کوئی ہوا اٹھی کہ مسلمان سہمے، جہان کوئی بات ہوئی کہ مسلمان ڈرے، اور جہان کوئی پتّہ کھڑکا کہ مسلمان ہندو سرکا، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس قوم کے اندر سے اسلامی اعتقاد و یقین کی تمام عزیمتین ختم ہوچکی ہین، توحید و توکل علی اللہ کی ساری قدرین مٹ چکی ہین، اور کائنات عالم کے ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ساری راہین وہ چھوڑ چکے ہین،

ورنہ وہ آج کے حالات و انقلابات کا بڑھ کر استقبال کرتے اور اپنے معبود کے پیدا کئے ہوئے حالات مین اپنے مقام سے دور نہ بھاگتے،

قرآن حکیم گویا آج ہی کے مسلمانون کو خطاب کرکے فرما رہا ہے کہ تم آج کے حالات مین اپنی کل کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالو اور ہو سکے تو اپنے قدم کو روک لو، اور اسے وقت کے سینے مین گاڑ کر ہر ہوا کا مردانہ وار مقابلہ کرو،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ،

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف گروہ سے ملاقات کرو تو

ثابت قدم ہو کر جم جاؤ، اور ایسے وقت میں اللہ کو بہت زیادہ یاد

کرو تاکہ تم کامیاب ہو (پ ۱۰ - ع ۲)

ایمان و اسلام امن و صلح کی تحریک کا دوسرا نام ہے، ایک مومن دنیا میں امن و سلامتی کا نقیب و داعی ہوتا ہے، وہ اپنی ذات، اپنے خیالات، اعمال و کردار اور اپنے احساسات و رجحانات سے امن کے نوک پلک سنوارتا ہے، پھر اسی پر بس نہیں کرتا، بلکہ دنیا میں امن و امان کی فضا پیدا کرنے کے لیے خدائی اصول و قوانین کو پیش کرتا ہے، انسانوں سے کہتا ہے کہ انسانیت کی بحالی اور حفاظت کے لیے ان راہوں پر چلو، اور امن و امان کے ساتھ زندہ رہو کر امن و امان کی موت مرو، تاکہ جب دوسری زندگی کی دائمی مسرتوں کا وقت آئے، تو ابدی بے چینی اور لامتناہی درد و کرب سے تم دوچار نہ ہو،

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ محلہ اور بستی میں بے خوفی، اطمینان، سکون، امن، عافیت پھیلائے، اور اس کے خلاف حالات کو ختم کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس کے سچے مسلمان ہونے میں شک ہے، دنیا میں خدا کے قانون کو نافذ ہونے میں کوتاہی کرتا ہے، اسی لیے وہ اسلامی زندگی کی صحیح قدروں سے محروم ہے، اور اس کی یہ محرومی بین الاقوامی ہے، اس کا نتیجہ صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ دنیا کے حالات و واقعات پر اس کا اثر پڑے گا،

اسی لیے قیام امن اور اقامتِ دین کے سلسلے میں اگر کوئی طاقت فتنہ و فساد کرنے پر اتر آئے، اور وہ سمجھانے بجھانے سے باز نہ رہے، بلکہ الٹے سینہ زوری کرنے پر آمادہ ہو، اور امن پسند مصلحین کے خلاف محاذ جنگ قائم کردے تو پھر مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بھڑ جانے کے بعد پوری طاقت سے اس باغی جماعت کا مقابلہ کریں اور اس کے دم خم

اکھاڑا اس کر ڈالیں، اس ثابت قدمی کے لیے خدا کی یاد اور اس کے اصول و قوانین کی حفاظت بمنزلہ روح کے ہے، کیونکہ یہ جنگ حق و باطل کی جنگ ہے، امن و فساد کی جنگ ہے، اور صلح و فتنہ کی جنگ ہے، کسی خاص قوم یا نسل کی جنگ نہیں ہے، اور نہ ہی کسی دوسرے نظریہ و ضابطہ کی جنگ ہے، بلکہ کفر و اسلام کی جنگ ہے، یا بالفاظ دیگر امن و فساد کی جنگ ہے، اس لیے اس جنگ میں قوم و وطن کی یاد، ملکی روایات کی حفاظت، نسلی غرور کا تحفظ اور اپنے نظریات و خیالات کا بچاؤ، مدنظر نہیں رکھا جائیگا بلکہ خدائی اصول اور خدائی ذکر و تذکیر کی روح اس میں کام کرے گی، اس نازک مرحلہ پر اسلام کے نظریہ توحید میں دوسرے خیالات کی آمیزش اور شرکت نہیں ہوگی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

اے نبی! اللہ تیرے لیے کافی ہے، اور وہ مومن جنہوں نے تیری اطاعت کی (پ ۱۰ - ع ۴)

یہ دنیا عالمِ اسباب ہے، یہاں ظاہری حالات کے لیے ظاہری اسباب وجود درکار ہیں، تکوینی معاملات کا سلسلہ ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے، اور جب تک اسباب کی فراہمی نہیں ہوتی، کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، جہاں تک باطنی سبب کا تعلق ہے خدائے واحد و لاشریک کی ذات مسبب الاسباب ہے، دنیائے ظاہر میں جو کچھ نمودار ہوتا ہے، اسی کی طرف سے ہوتا ہے، ایک پتہ بھی اس کی مرضی اور علم کے بغیر نہیں ہل سکتا، دنیا میں سبب و مسبب کی تمام تر ہنگامہ آرائی اسی ذاتِ باری تعالیٰ کا کرشمہ ہے، توانائی و قوت اور

اور ضعف و کمزوری کے مظاہر اسی کی قدرت کے چشم و ابرو کے کرشمے ہین، اگر غور کرو تو معلوم ہو کہ اس دنیا مین کامیاب و کامران زندہ رہنے کے لیئے ظاہری اسباب اور باطنی قوت دونون سے تعلق ضروری ہے، یعنی اس خدا کی قدرت و طاقت پر ایمان و اعتماد رکھنا جس نے ظاہری اسباب و علل پیدا کیئے اور پھر اس کے بعد ان اسباب و علل سے تعلق رکھنا جو دنیا مین نمودار ہوتے رہتے ہین، ان دونون مین اصل خدا کی ذات ہے، یہان نبی کی ذات کو خطاب کر کے مسلمانون کو بتایا جا رہا ہے، کہ ان دونون اسباب سے لگے رہو، جہان تک عقیدہ و عزیمت کا تعلق ہے، صرف ایک خدا پر نظر رکھو، اس کی فعالیت کا اقرار کرو، اور مؤثر حقیقی اسی کو سمجھو، پھر اس کے بعد ان اسباب پر بھروسہ کرو، جو تمھارے ارد گرد ہین، ان لوگون پر اعتماد کرو، جو تمہاری راہ پر چلتے ہین، اور تمھاری دعوت پر لبیک کہہ کر تمہارے نظام زندگی کے ماتحت زندگی گذارتے ہین، انہون پر اعتماد کرنا، انہون کی تنظیم کرنا، اور انہون کو اپنی کامیابی کا سبب گرداننا عالم اسباب مین اہم ترین چیز ہے، جس طرح باطنی اسباب مین خدا پر اعتماد اصل الاصول ہے، اسی طرح ظاہری اسباب مین اپنی جماعت کے مخلصین پر اعتماد کرنا اصل الاصول ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ
لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ

اللہ نے بیشک خرید لیا ہے مومنون سے ان کے جانون اور ان کے
مالون کو جنت کے بدلے مین وہ قتال کرتے ہین، اللہ کی راہ مین، پس
مارتے ہین اور مارے جاتے ہین، (پ ۱۱ - ع ۳)

مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنی زندگی اور اس کے ایجابی و سلبی تقاضون کو اللہ و رسول کی مرضی پر وقف کر دیتا ہے، اور اس کی زندگی کی کوئی حرکت اسلامی قانون کے باہر نہین ہو سکتی، پیدائش کی صبح سے لیکر موت کی شام تک کا لمحہ لمحہ احکام و اوامر اور اصول و قوانین کے ماتحت گذرتا ہے، اور عمر انسانی کی اس مدت مین کوئی وقت ایسا نہین گذرتا جس مین اسلام کا عقیدہ و تصور کام نہ کرتا ہو، اس کا مطلب یہ ہرگز نہین ہے کہ اسلام زندگی کو طرح طرح کی پابندیون مین جکڑ دیتا ہے، انسان اپنی زندگی کو شکنجون مین کس کر گذارتا ہے، اور قدم قدم پر اس کا دم گھٹتا رہتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ کچھ ایسے سہل و آسان اور جچے تلے عقائد و تصورات ہین، جو ذہن انسانی مین رچ جانے کے بعد اس کی زندگی کے ہر شعبہ مین بلا کسی تکلف کے خود بخود نمایان ہوتے ہین، اور انسان کا لاشعور ملکہ کی ایسی شاہراہ پر لگ جاتا ہے جو اسلامی اذکار و خیالات اور وظائف و اعمال کو بلا کسی تصور و تردد کے لے چلتا ہے،

یہی وجہ ہے کہ اسلام سب سے پہلے ذہنون اور دماغون کو خطاب کرتا ہے، اور ان کو خیال و عقیدہ کی ایسی سطح پر لاتا ہے، جہان کسی تصور و عمل مین کسی قسم کا کوئی خدشہ نہین ہوتا، بلکہ زندگی اس تصور و عمل کے ظہور مین سکون محسوس کرتی ہے، اور اسے اس کے برتنے مین نشاط کا احساس ہوتا ہے، قرآن اسی زندگی کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ اے مومنو! تمہاری زندگی اور اس کے سارے رجحانات و عواطف اور اعمال و وظائف کو اللہ نے خرید لیا ہے، اور تم مین ایسا ملکۂ خیر پیدا کر دیا ہے، جس کے نتائج کا ظہور فیضان و انعام خداوندی کی شکل مین ہوتا ہے، جنات و انہار کی خوش نصیبی و سعادت مندی ملتی ہے، امن و سکون کی دائمی متاع گران ملتی ہے، اور خوف و خطرات کے تمام امکانات کافور ہو جاتے ہین، کیونکہ تم نے اپنی زندگی

تصور و یقین کی ایسی شاہراہ پر لگا دی ہے، جہاں مرنے جینے کا فرق نہیں اور موت و حیات کا سوال پیدا نہیں ہوتا، تم اپنی حیات کو بھی خدائی اصول کے حوالے کر چکے ہو، اور اپنی موت کو بھی تسلیم و رضا کے سانچے میں ڈھال چکے ہو، پس جب تم اسلام کی راہ میں مارنے مرنے تک سے آگے گزر کر کام کرتے ہو تو خدا کی طرف سے بھی تمہارا معاملہ انعام و اکرام کی انتہائی خوش انجامی پر جا پہنچا جائے گا اور تمہارے لئے جنت ہی جنت ہوگی،

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ،

اور اللہ سے زیادہ قول و قرار کا پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم لوگ خوش ہو جاؤ، اس خرید و فروخت پر جسے تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے (پ ۱۱ - ع ۳)

کسی سے کوئی وعدہ کر لینا بہت ہی آسان اور معمولی کام ہے، لیکن اس کا پورا کرنا بہت ہی مشکل اور اہم کام ہے، پھر اللہ سے بندوں کا عہد و پیمان کرنا اور اس پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے یہ ثابت کرنا کہ واقعی ہم نے اپنے مالک و معبود سے جو عہد و پیمان کیا ہے اسے پورا کر دیا، بہت ہی اہم بات ہے، اور فتح مندی و ظفر مندی کے لئے گارنٹی ہے، مسلمانوں نے اسلام قبول کر کے خدا سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم تیرے تمام اوامر کو تسلیم کر کے ان پر عمل کریں گے، اور تمام نواہی کو مان کر ان سے باز رہیں گے، اور ہماری جان، مال، عزت، اولاد، تن من، دھن سب کچھ اسی لئے ہے کہ خدا کی راہ میں کام آئے، تو خدا نے اپنے ان پاک بندوں سے اُن کی عبدیت کے بدلے میں رحمت و کرامت کا وعدہ فرمایا ہے، جنات و انہار

کا عہد کیا ہے، اور دائمی مسرت و ابدی راحت کا پیمان باندھا ہے،

پس کامیاب و کامران ہیں خدا کے وہ بندے جنہوں نے اپنے رب سے کئے ہوئے معاہدوں کو پورا کیا، اللہ کی راہ میں تن، من، دھن کی بازی لگا دی، اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا، اور اس طرح انہوں نے اپنے اعمال و افعال کا زرِ نقد ادا کر کے خدا کی رضامندی و خوشنودی کو خریدا، اخلاص و ایثار کی پونجی خرچ کر کے جنات و انہار کی بہاریں خریدیں، مال و عزت قربان کر کے دائمی راحت اور ابدی لذت خریدی، ایسے تمام خریداروں کو مژدہ ہے کہ وہ اپنے سودے میں کامیاب ہیں، اور بے شمار منافع کے مستحق ہیں، ان کی تجارت نفع بخش اور سودا بازی سودمند ہے، ان کے لئے خدا کی رضامندی ہر وقت موجود ہے، اور وہ ہر آن اپنے کو شاداں و فرحاں دیکھیں گے،

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ،

نوح نے کہا اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے کوئی ایسا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے، اور اگر تو میرے لئے مغفرت و رحمت کا معاملہ نہ فرمائے گا تو میں ناکام لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ (پ ۱۲ - ع ۴)

حضرت نوح علیہ السلام اپنی مخاطب قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت و تبلیغ کے ذریعہ حق کی طرف بلاتے رہے، مگر قوم کی سرکشی و نافرمانی کم نہ ہوئی، بلکہ فخر و غرور کا پارہ اور تیز ہوتا گیا، دل و دماغ کی بندشیں بجائے ڈھیلی ہونے کے اور کڑی ہوتی گئیں اور وعظ و پند

کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا، جب انسانیت پر اس طرح اتمام حجت کا دور گذر جاتا ہے تو اس کے لیئے تباہی و بربادی لازمی ہوتی ہے۔ چنانچہ طوفانِ نوحؑ کا ظہور ہوا، آسمان کی کھڑکیان کھل گئین، موسلا دھار بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا، زمین جل تھل ہو گئی، پہاڑ، ٹیلے، گڈھے، کھیت، جنگل، باغ، درخت، نالے، ندی، نیچا، اونچا، غرضکہ طوفانِ نوح کی یلغار نے زمین سے تمام امتیازی نقوش ختم کر کے اوپر آسمان اور نیچے پانی کا سمان بنا دیا، آسمان کے نیچے، پانی کے اوپر، فضا کے درمیان ایک نوحؑ کی کشتی ہے جو کائنات کا سہارا ہے۔ اسی کا دوسرا نام دنیا ہے، اور اس کے کشتی بان حضرت نوحؑ جن کا نام آدمِ ثانی ہے،

عین اس وقت جب کہ سیلاب کا طوفان چلا اور زمین سے خیر و برکت دھلنے لگی اور جن افراد یا جن چیزون مین استعداد و قابلیت تھی، ان کو حضرت نوحؑ اپنے ساتھ کشتی مین لینے لگے، اسی وقت صلبِ نوحؑ کا ایک جوہر سنگ ریزہ ہو گیا، دل کا ایک ٹکڑا پتھر بن گیا، نیکی کا ایک پھل بدی کے ہاتھ لگ گیا، یعنی حضرت نوحؑ کا بیٹا کفار و مشرکین کی ٹولی مین چلا گیا اور باپ سے بغاوت کر کے کفر و شرک سے رشتہ حیات جوڑ لیا، حضرت نوحؑ کا پدری رشتہ جوش مین آیا، بیٹے سے کہا کہ آ کر کشتی مین بیٹھ جا، مگر اس نے کافرانہ ذہن کی بات کہی اور اس عالم مین بھی خدا سے منحرف رہا، جب اسے اپنی گمراہی کی عبرتناک سزا حضرت نوحؑ کے سامنے ملنے لگی، اور وہ موجون مین ہچکولے کھانے لگا، تو پھر حضرت نوحؑ کی شفقت پدری نے اپنا آخری کام کیا، اور کہا کہ اے خدا! بہر حال یہ میرا بیٹا ہے، اسے بچالے، اس عالم مین حکم ہوا کہ یہ بیٹا تمھاری رشتہ داری سے خارج ہو چکا ہے، صالح اور غیر صالح مین کوئی رشتہ نہین، نیکی اور بدی مین کوئی علاقہ نہین

اس اعلان کے بعد حضرت نوحؑ نے اعتراف کیا کہ خداوندا تیرا قول برحق ہے، مین نے جو کچھ کہا اور کیا ہے صرف ”انسانیت“ کے رشتہ سے کیا ہے، ورنہ واقعہ یہی ہے کہ حق و باطل مین رشتہ نہین ہے،

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ. قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ

اور کہا (عزیز مصر) نے کہ اس (یوسفؑ) کو میرے پاس لے آؤ، مین اسے اپنے لیئے مخصوص کر لون گا۔ پس جب اس نے حضرت یوسفؑ سے گفتگو کی تو کہا کہ آپ آج سے ہمارے یہان ایک محترم مقام کے مالک اور امین ہو گئے، حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تو مجھے زمین کے خزانون پر مقرر کر دے، بیشک مین محافظ اور علم رکھنے والا ہون، (پ ۱۳ - ع ۱)

حضرت یوسفؑ علیہ السلام اور عزیز مصر کے درمیان یہ گفتگو اس وقت کے بعد ہوئی جب کہ شہنشاہِ مصر کے محل مین عشق و معاشقہ کا کرتب جاری تھا، اور دربار سے لیکر جیل خانہ تک حسن و محبت کے اثرات سے متاثر تھا، ادھر قصر شاہی مین عشق و حسن کی سحر کاری جاری تھی، حضرت یوسفؑ اپنی عصمت مآبی کے نتیجہ مین جیل کی زندگی کاٹ رہے تھے، شاہ مصر زلیخا کی ناز برداری مین مصروف تھا، اور ادھر پورا ملک مصر قحط و خشک سالی اور گرانی و نایابی کی نذر تھا اور صورتِ حال کی ابتری اس طرح پھیلی تھی کہ مایا کی بھوک نے شاہی

عمل کے معاشقہ مین سنسنی پیدا کردی، اور تردد و پریشانی کی شدت نے شاہی زندگی مین انقلاب پیدا کردیا، شاہ مصر نے پریشان کن خواب دیکھا، اور فکر و تردد مین گم ہوگیا، کوئی بات سمجھ مین نہین آتی تھی، آخر حضرت یوسفؑ کی بصیرت کو دعوت دی کہ معاملہ نازک حالت کو پہنچ چکا ہے، رہبری فرمایئے، نبوت و رسالت کا منشا انسانی زندگی کو سنوارنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے، اس نازک وقت پر وہی ذہن و دماغ کچھ سوچ سکتا ہے، چنانچہ حضرت یوسفؑ جیل خانے سے بلائے گئے، اور قصر شاہی کی ساری اکڑ فون اس ایک معتوب کے قدمون پر قربان کی گئی، زلیخا کی رضامندی و ناراضگی کا کوئی خیال نہین ہے، پس خواہش یہی ہے کہ اب یوسف ہی حکومت کے کام آسکتے ہین، وہی حکومتِ مصر کے خاص و مخصوص رازدار اور نظم و نسق کے مالک بنائے جائین اور اہمیت و امانت کا جو مقام ان کے لئے ہو کسی کے لئے نہین ہو

حضرت یوسفؑ نے بھی جب حالات سازگار دیکھے کہ اب شہنشاہیت کا خمار ٹوٹ چکا ہے، اور اس کی تمام تر طاقت نبوت و رسالت کے سامنے سپر انداز ہوگئی ہے، اور یہ وقت انسانی خدمت کا ہے، تو آپ نے اطمینان دلایا، اور اپنی استعداد و صلاحیت کی یقین دہانی کرتے ہوئے حکومت کا کلیدی شعبہ اپنے قبضہ مین کرلیا،

(۱) نیکی و صلاحیت کے ساتھ شہنشاہیت اور حکومت پوری طاقت سے پیش آتی ہے، مگر چند ہی دنون مین اُسے شکست ہوجاتی ہے، اور اُسے صداقت کے سامنے گھٹنہ ٹیکنا پڑتا ہے،

(۲) اربابِ صدق و صفا حالات کی سازگاری کے انتظار مین سب کچھ برداشت کرتے جاتے ہین، اور اس حال مین بھی اپنا مشن جاری رکھتے ہین، اور جب حالات کا

رخ بدل جاتا ہے تو اپنی مقابل طاقت کو اپنی ہمنوا طاقت بنا کر اس سے کام لیتے ہین،

(۳) اربابِ صدق و صفا خاموشی سے کام کرتے ہین، اور جب کھل کر کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے تو اپنی ذاتی صلاحیت و قابلیت کے اجاگر کرنے مین بخل نہین کرتے بلکہ نہایت صفائی سے وہ ذمہ داری کو خود آگے بڑھ کر قبول کرتے ہین، جو ان کے مقام کے مناسب ہوتی ہے،

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ
لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ ،

اور جب برادرانِ یوسف کا کاروان چلا تو ان کے باپ نے (کنعان) میں کہا کہ مین یقیناً یوسف کی مہک پا رہا ہون، تم لوگ مجھے نادان نہ کہو، (پ ۱۳ - ع ۵)

حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیون کو اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا، کہ تم لوگ پہلے مصر سے نکل کر کنعان والد کی خدمت مین پہنچو، اور میرا یہ پیراہن ان کے چہرے پر ڈالدو، میرے فراق مین روتے روتے ان کی گئی ہوئی آنکھ کی روشنی واپس آجائے گی، اور وہ دیکھنے لگین گے، چنانچہ برادران یوسفؑ کا کاروان مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا، اُدھر مصر سے پیراہنِ یوسف کو لیکر کاروان چلا، ادھر کنعان مین بیٹھے ہوئے بوڑھے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کہہ اٹھے کہ مجھے یوسفؑ کی مہک محسوس ہونے لگی ہے، اور مجھے بر ملا اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کی بشارت ہورہی ہے، اے حاضرین تم چونکہ پیر و پیسر کے ان نازک تعلقات تک نہین پہنچے ہو، جہان ان حقائق کا انکشاف

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے، کہ تم لوگ مجھے دیوانہ کہدو، اور اس کی تصدیق مین تمہین تامل ہو، مگر محبت و رافت کے انتہائی مرتبہ پر پہنچنے والا میری تصدیق کرے گا۔

عشق و محبت اور علاقہ و تعلق کی اس نازک گھڑی کا مشاہدہ ابھی تک وہ لوگ کرتے ہین جن کو اپنون سے پاک و طیب محبت ہوتی ہے، اور دوری و نزدیکی کا فرق ان کے لطیف احساس مین کوئی تبدیلی نہین کرتا، شدتِ محبت کے نازک مقام سے جو لوگ ناواقف ہین وہ آج بھی ان وجدانی باتون کو نہین سمجھ سکتے، مگر جن پاکبازون نے اپنی زندگی کے لطیف احساسات کو محبت کے اس مقام سے وابستہ کر لیا ہے، وہ آج بھی اپنے اندر اپنے یوسفِ گم گشتہ کے بارے مین پیرِ کنعان کا یہ پتہ پاتے ہین، یہ باتین سمجھانے سے سمجھ مین نہین آتی ہین، بلکہ خود ہی سمجھی جاتی ہین،

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ، رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ،

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے پروردگار اس شہر مکہ کو امن والا بنادے، اور مجھے اور میرے بیٹون کو اس سے بچا، کہ ہم بتون کی پوجا کرین۔ اے میرے پروردگار! ان بتون نے بہت سے انسانون کو گمراہ کر دیا ہے،

(پ ۱۳ - ع ۱۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بعد کی دنیا مین توحید پرستی کے سب سے عظیم الشان داعی اور دین وحدت کے موسس و بانی کی حیثیت رکھتے ہین حضرت ابراہیمؑ نے جس دور

مین آنکھ کھولی وہ بت پرستی کے شباب کا دور تھا، ہر مذہب مظاہر پرستی کی لعنت مین مبتلا تھا اور خدائی تصورات کی تمام حقیقتین ان ہی مظاہر مین بٹ گئی تھین، اور خالص توحید پرستی مفقود تھی، آپ نے اپنے دور کے کافرانہ اور مشرکانہ حالات کا جائزہ لیا اور پھر اس نتیجہ پر پہونچے کہ دین وحدت اور توحید پرستی کے لئے دنیا مین سب سے بڑی مصیبت اصنام پرستی کی لعنت ہے ان استھانون اور تہانون سے وہ ہمیت پھیلتی ہے جو وحدت پرستی کی فضا کو خراب کر دیتی ہے، جب تک پتھر کے بت، لکڑی کے اصنام، دریا، پہاڑ، آگ، چاند، سورج، ستارے، انسان کی نظر مین خدائی صفات کے مظاہر بنکر اپنی پوجا کراتے رہین گے اُس وقت تک توحید کی بنیاد انسانی دل مین جگہ نہین پکڑ سکتی، اس لئے اس لعنت کا ختم کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ مین کعبہ کو اپنی دعوتِ دین حنیف کا مرکز بنا کر اپنے، خدا سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے اور میری نسل کو بتون کے جنجال سے نکال دے، تاکہ یہ نسل دنیا مین توحید پرستی کی دعوت کو عام کر سکے، اور دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح مذہب حنیف مین بھی ایسا نہ ہو کہ آخر مین چل کر اس کے داعی بھی وہی کرنے لگین، جو پہلے مذہبون کے پیروؤن نے کیا ہے، افسوس کہ مسلم قوم کے افرادِ دین حنیف پر چلنے کا دعویٰ کر کے شرک خفی کیا شرک جلی تک کرتے ہین، اور اسلام کے نظریۂ توحید مین عجمی نظریہ کا پیوند لگا کر اسے ملیامیٹ کر رہے ہین، مسلمانون کو ان الجھنون سے نکل کر خالص وحدت پرستی کی راہ اختیار کرنی چاہیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاءِ،

(ابراہیمؑ نے کہا، سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے بڑھاپے

پر مجھے اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کو عطا فرمایا ہے، بیشک میرا پروردگار دعا کا
سننے والا ہے، (پ ۱۳ - ع ۱۸)

قانون قدرت کی عام روش یہی ہے کہ ایک قسم کے حالات کے تقاضے کے مطابق دوسرے قسم کے حالات ہوتے ہیں، جب پیاس کی شدت بڑھ جاتی تو بارش ہوتی ہے، جب بدلی آسمان پر چھاتی ہے تو بارش کے قطرے گرتے ہیں، جب سورج ڈوبتا ہے تو شام ہوتی ہے، جب سورج نکلنے لگتا ہے تو صبح ہوتی ہے، اور جب صبح و شام کی درمیانی مدت آتی ہے تو کبھی دنیا اُسے دن سے تعبیر کرتی ہے، اور کبھی رات کہہ کر پکارتی ہے،

قدرت بہر حال قدرت ہے، اس نے جو نظام مقرر فرمایا ہے، اسی نظام کے ماتحت حالات و واقعات کا ظہور ہوتا ہے، اس نظام کے دو رخ ہیں، ایک وہ رخ ہے جو دنیا کے سامنے عمومی حالات میں رہتا ہے، اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ نظام قدرت ہے! بالفاظ دیگر یہ نظامِ قدرت کا عمومی حال ہے، دوسرا رخ وہ ہے جو خاص خاص حالات میں ظہور پذیر ہوتا ہے، اور اس کی غرابت و ندرت اس درجہ کی ہوتی ہے کہ جب کبھی وہ رخ سامنے آجاتا ہے تو دنیا اچنبھے میں پڑ جاتی ہے، اور اسے خلاف عادت یا دوسرے نام سے یاد کرتی ہے، لیکن اس رخ کو دوسرا نام دے دینے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نظام قدرت کے ماتحت نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں، اور نظام قدرت کا یہ رخ بھی پہلے رخ کی طرح نظر آتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات اس میں تعجب ہونے لگتا ہے سرسبز و شاداب درخت سے آگ بن جانا، دریاؤں میں آتشیں مادّوں کا ظاہر ہونا، اور آگ کے اندر سمندر کیڑے کا پرورش پانا کون سے تعجب کی بات ہے، یہ خدائی قدرت کا عام کرشمہ ہے، اسی طرح یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ بڑھاپے میں جب کہ اولاد کا تصوّر بھی عام حالات

میں نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اولاد دیتا ہے، اور ایک نہیں بلکہ دو دو، اس خدا کی قدرت کے لئے یہ بات بہت ہی آسان ہے جو سڑی گلی ہڈیوں میں زندگی ڈال کر گوشت اور چمڑے کا جسم بنا دے گا، انعامات خداوندی اور اس کی بخششوں کے نزدیک یہ باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہیں، بس فیضانِ خداوندی کے لئے اہلیت و قابلیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے،

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا،

آپ کہیئے کہ اے میرے رب! تو مجھے سچائی کے ساتھ لے جا اور سچائی
سے نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسی قوت دے جو مددگار
ثابت ہو (پ ۱۵ - ع ۹)

مسلمان کی پوری زندگی امن و امان، صدق و صفا، حق و حقانیت اور ایثار و اخلاص کی پونجی ہے، مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر سانس ایک مقدس نظام کے ماتحت نکلے، ہر حرکت ایک روحانی ضابطہ میں ہو، اور ہر قول و فعل کے اندر ذمہ داری کا احساس ہو، پس مسلمان کا داخل ہونا اور نکلنا، چاہے کسی مقام اور جگہ میں، چاہے کسی حال میں ہو چاہے کسی عمل میں ہو، چاہے کسی قول میں ہو، غرضکہ ہر قسم کا نکلنا اور داخل ہونا صدق و صفا کے ماتحت ہو، اور زندگی کا کوئی داخلی یا خارجی حصّہ دینی نظام کے باہر نہ ہو، پس گھر سے باہر نکلنا ہو یا باہر سے گھر میں داخل ہونا ہو صدق و صفا کے طور پر ہونا چاہیئے، پھر یہ دخول و خروج، امیری سے غریبی کی طرف ہو، یا غریبی سے امیری کی طرف، اور یا زندگی کے دوسرے شئون و حالات میں انقلاب و تغیر، اور خروج و دخول ہو، سب میں سچائی، حقانیت، امن، سلامتی

Scanned by CamScanner

اور خدا کی حاکمیت اعلیٰ کے یقین کی جھلک ہونی چاہیئے،

اس کا مطلب یہ نہین کہ مسلمان رات دن عبادت و ریاضت ہی مین لگا رہے اور دنیا سے اسے کوئی مطلب نہ ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تمام اعمال وحرکات کو دین و دیانت اور صدق وصفا کے ایسے سانچے مین ڈھال لیا جائے جو اس بات کا ضامن ہے کہ انسان کی پوری زندگی نیکی اور ذمہ داری کی زندگی بن جاتی ہے اور اس مین بے راہ روی سرکشی، شرارت اور لاپروائی کا مادہ باقی نہین رہتا،

پس اے مسلمانو! دیکھو کہ ہمارے رسول جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ صدق وحق مین ڈوبا ہوا تھا، ان کو تعلیم دی جاتی ہے کہ آپ اپنے پروردگار سے ایسی دعا کرین، اس کا مطلب یہ ہے یہ بات اتنی اہم ہے کہ رسول کو مخاطب کر کے ان کے ذریعہ سے امت کو بتائی جا رہی ہے، لہٰذا تم بھی اپنی زندگی کے خارج اور داخل کو صدق وصفا کے سانچے مین ڈھال لو،

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى، وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا،

اور جو لوگ ہدایت یاب ہوئے اُن کو اللہ اور بھی زیادہ ہدایت دیتا ہے اور باقیات صالحات تیرے پروردگار کے نزدیک ثواب اور نتیجہ کے اعتبار سے بہت اچھی چیزین ہین،

(پ ۱۶ - ع ۸)

دنیا مین حالات کی سازگاری اسی شخص کے لئے ہے جو آگے بڑھ کر اپنی استعداد وصلاحیت کو اجاگر کرے اور ثابت کرے کہ مین اس کام مین آگے بڑھنے کے قابل ہون

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی آدمی کسی کام کی ابتدا مین اپنی کوشش اور دلچسپی کو اس طریقہ سے آگے بڑھائے کہ کام لینے والا خود کہدے کہ ہان اس آدمی مین ہمت اور حوصلہ ہے یہ شخص واقعی یہ کام اور اسی قسم کے دوسرے کام کر سکتا ہے، اب صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ ایک طرف اس آدمی کی ذاتی محنت وقابلیت ہوتی ہے اور دوسری طرف کام لینے والے کی توجہ اس کی جانب ہوتی ہے،

اور پھر یہ سلسلہ آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے، یہی حال رشد وہدایت کے بارے مین بھی ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم اپنے یقین وعمل کے بل بوتے پر آزمائش مین پوری اترتی ہے، اور اپنی ذمہ داری کو نہایت خوبی سے انجام دیتی ہے، تو پھر فیضانِ خداوندی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور رشد وہدایت کی جس قدر خوبیان ہوتی ہین، سب کی سب جمع ہو جاتی ہین، کیونکہ رشد وہدایت کی جو اچھی گھڑیان گذرتی ہین وہ باقیات صالحات مین شامل ہو جاتی ہین، اور ان کے صالح نتائج دوسری نیکیون کی توفیق کی صورت مین نمودار ہوتے ہین،

پس جس فرد یا قوم کے گذشتہ کارنامے "باقیات سیئات" ہون گے، اس کی آئندہ زندگی سراسر ناکامی ومحرومی مین گذرے گی اور جو زندگی باقیات الصالحات سے مالا مال ہوتی ہے، وہ اپنے مستقبل مین بھی انعام واکرام خداوندی سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے، پس اے لوگو! اپنے موجودہ کارنامون سے ثابت کرو کہ تم برکاتِ خداوندی سے سزاوار ہو، اور تم پر بھی انعام واکرام کی نظر ہونی چاہیئے۔

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ

اهْتَدٰى،

اور بیشک مین اس شخص کے لیے بہت ہی مغفرت کرنے والا ہون جس نے
توبہ کی اور ایمان کو اختیار کیا اور عمل صالح کیا اور پھر وہ ہدایت پر رہا،

(پ ۱۶-ع ۱۳)

خدا اپنی غفاریت اور لاانتہا فیضان و مغفرت سے بہرہ یاب ہونے کے سلسلہ مین بیان فرما رہا ہے کہ دنیا و آخرت مین خداوندی انعامات کی بارش کے لیے جس کی کھیتی کی ضرورت ہے اس کی تمام استعدادین اور صلاحیتین اجاگر ہون اور خداوندی فیضان کا جو قطرہ اس پر گرے وہ رائگان نہ جائے،

(۱) سب سے پہلے انسان تمام گذشتہ مشرکانہ و کافرانہ عقائد و خیالات اور اعمال و رسوم سے دامن جھاڑ لین اور توبہ و انابت الی اللہ کی روح سے بھر جائین تاکہ توحید و خداپرستی کا جو خاکہ دل و دماغ اور اعضا و جوارح پر کھینچا جائے وہ پوری طرح ثبت ہو سکے،

(۲) اس کے بعد ایمان و اسلام کی راہ قبول کی جائے، اور یقین و عمل کی تمام قدرون کو توحید و رسالت کے تقاضون پر ابھارا جائے، اور ایسی زندگی پیدا کی جائے جو تسلیم و رضا کا پیکر ہو، اور جس مین عصیان و طغیان کا نام و نشان تک نہ ہو،

(۳) پھر شرک و کفر سے بیزاری اور ایمان و اسلام سے یارانہ کے بعد انعام خداوندی کی آخری منزل عمل صالح کی رہ جاتی ہے، جب تک انسان پہلے کی دونون راہین کو طے کرنے کے بعد اس منزل پر نہین آئے گا، اس وقت تک فیضانِ خداوندی کے استحقاق کی دنیا مین کوئی ذمہ داری نہین ہے، اور اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کے لیے کوئی ظاہری اور قوی دلیل نہین ہے،

(۴) فیضانِ الٰہی اور انعام خداوندی کے دائمی طور پر جاری و ساری رہنے کے لئے

ضروری ہے کہ یہ باتین ہنگامی اور وقتی نہ ہون، بلکہ اس زندگی مین دوام ہو اور رشد و ہدایت کی دائمی راہ ہمیشہ اعمال و عقائد سے معمور رہا کرے،

خوب سمجھ لو دنیا و آخرت مین پروردگار عالم کی بخششون اور اس کی نوازشون سے فیضیاب ہونے کے لئے یہ چیزین ضروری ہین، کافرانہ و مشرکانہ اعتقاد و عمل کے ساتھ ساتھ ایمان و اسلام کی باتین کر لینے سے انسانیت کو یہ مقام نہین مل سکتا،

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ
رِزْقًا حَسَنًا، وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ،

اور جن لوگون نے کہ اللہ کی راہ مین ہجرت کی، پھر وہ قتل کر دیئے گئے یا مر گئے
تو اللہ ان کو یقیناً اچھی روزی دے گا، اور اللہ ہی بہترین روزی دینے
والا ہے، (پ ۱۷-ع ۱۵)

خدا کی راہ مین نکلنے کا کیا مطلب؟ اور کن حالات مین انسان خدا کی راہ مین نکل سکتا ہے؟ پہلے ان دونون چیزون کو سمجھئے، خدا کی راہ صدق و صداقت کی راہ ہے، عدل و عدالت کی راہ ہے، حق و حقانیت کی راہ ہے، ان ہی سچائیون کی طلب مین نکل پڑنے کا نام خدا کی راہ مین نکلنا ہے، اس کی مختلف صورتین ہین، اور مختلف حالات مین جدا جدا احکام و اوامر ہین، کفار و مشرکین کے غلبہ کے وقت دین و دیانت کی برقراری کے لیے ایمان و عمل کو لے کر وطن، خاندان، معاشرہ اور مال و دولت سے الگ ہو جانا اور ایسی جگہ چلے جانا، جہان بلا خوف و تردد خدا کی عبادت و بندگی ہو سکے، اور سچائیون کی تبلیغ اور اس کے برتنے مین کسی قسم کی ناگواری نہ پیدا ہو، اس کا نام اسلام کی لغت مین "ہجرت" ہے، یہ بھی خدا کی

Scanned by CamScanner

راہ مین نکلنا ہے، حق کی تبلیغ واشاعت کی راہ سے سنگ گران کا دور کرنا اور آڑے آنے والی کافرانہ ومشرکانہ طاقتون سے ٹکر لینا بھی خدا کی راہ مین نکلنے کا اہم ترین مرتبہ ہے، پھر امن وسکون کی راہ مین اعلاء کلمۂ حق کے لئے اصلاح وتبلیغ کی سعی بھی راہ خدا مین نکلنا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اشاعت مین وعظ ونصیحت، ارشاد وتذکیر کے لئے بستیون مین آنا جانا بھی خدا کی راہ مین نکلنا ہے، بہر حال غلبۂ کفار کی وجہ سے حق کی حفاظت کے لئے نکلنا، اسلام کی راہ مین سنگ گران بننے والی طاقتون سے جہاد کے لئے نکلنا، اصلاح وتبلیغ کے لئے نکلنا یا کسی اور دینی تقاضہ کی ادائیگی مثلاً حج وغیرہ کے لئے نکلنا، خدا کی راہ مین ہجرت ہے، اور جو لوگ خدا کی راہ مین کسی بھی طرح کام آئے تو وہ خود سراسر کامیاب وبامراد ہوتے ہین اور ان کی وجہ سے وہ زندگی اور وہ قوم زندہ وپائندہ ہوتی ہے جس کے داعی ونقیب بن کر وہ نکلتے ہین، پس فلاح ونجاح کی روزی پانے کے لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ مین جیسے حالات ہون ان کے مطابق نکلا جائے، اور کام کر کے اپنی اہلیت واستعداد کا ثبوت دیا جائے،

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

یہ تمھارے باپ ابراہیم کا دین ہے، انھون نے تمھارا نام "مسلم" رکھا ہے،

(پ - ١٧ - ع - ١٧)

یہ ملت جسے دنیا "اسلام" کے نام سے یاد کرتی ہے اور جس کے پیروکار "مسلم" کے لقب سے پکارے جاتے ہین، ملت حنیفیہ ہے جس کی تشکیل اور کردار کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی ہے، چونکہ وہ اس تحریک کے باقاعدہ بانی ہین اور انھون نے اس کا نام "اسلام" اور اس کے پیروکارون کا نام "مسلمین" تجویز فرمایا ہے، اس لئے وہی "مورث اعلیٰ" کی حیثیت رکھتے ہین اور

گویا اسلامیون کے "باپ ہین"، اس تحریک کا ہر وہ انسان وارث بن سکتا ہے جس مین ابراہیمیت پائی جاتی ہے اور جو اپنے عقیدہ وعمل مین خلیلی عقیدہ وعمل پیدا کرے، چونکہ یہ تحریک قوم ونسل، ملک ووطن اور اوقات وایام سے بہت بالا ہے، اس لئے اس کی بحالی کے لئے ہر شب شب برات اور ہر روز روز عید ہے، اور اس کی یادگار کے لئے مسلم قوم کے آخری ہادی ورہبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن مقرر فرمائے ہین، "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ"، اس لئے ان مقدس دنون مین ابراہیمیت کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور حنیفی یقین وعمل کو دہرایا جاتا ہے،

پس اے ابراہیم کے سپوتو! اور اسلام کے وارثو! حقیقت حال کو سمجھو اور عید کے دن کو اپنی ملی اور اجتماعی زندگی کے لئے عید کا دن بناؤ،

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ،

اور یہ تمھاری امت، "امت واحدہ" ہے، اور مین تمھارا پروردگار ہون،

پس مجھ سے ڈرو، (پ ١٨ - ع ٤)

اوپر کی آیت مین فرمایا گیا ہے کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزون اور پاکیزہ کمائی سے کھاؤ اور نیک کام کرو، اس کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ اے رسولو! تم مین سے ہر ایک کی امت ایک امت ہے، اور مین تمھارا اور تمھاری امتون کا پروردگار ہون، اس لئے تم لوگ دنیا مین صرف ایک ہی اللہ سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو،

اسلام انسانون مین تفریق نہین کرتا، اس کے نزدیک نسل و رنگ کا اختلاف، ملک وقوم کا تضاد، آب وہوا اور جغرافیہ کا تباین کوئی بنیادی حیثیت نہین رکھتا، بلکہ یہ باہمی اختلاف صرف باہمی تعارف وشناسائی کے لیے ہے تاکہ انسانون کو پہچانا جا سکے کہ کس ملک اور کس

خاندان سے اس کا تعلق ہے، ورنہ اسلام تو وحدت انسانی کی بنیاد رکھتا ہے، وہ تمام انسانون کو ایک اللہ کی مخلوق، ایک آدم کی نسل اور ایک فطرت پر قرار دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ مسلم اور غیر مسلم کا فرق کرتا ہے اور خدا کے فرمانبردار بندون اور نافرمان لوگون مین امتیاز قائم کرکے بتاتا ہے کہ جو لوگ کسی نبی پر ایمان لا چکے ہین، وہ تمام انسانون سے جدا ہو گئے ہین، کہ انھون نے ایک صحیح دعوت پر لبیک کہی ہے اور وہ ایک نظام زندگی مین آ گئے ہین، بخلاف دوسرون کے کہ ان کی زندگی افتراق و انشقاق اور بدی کی نذر رہتی ہے، اور ان کے لیئے کسی قانون اور ضابطہ کی پابندی نہین ہے،

قرآن حکیم مسلمانون سے یہی کہتا ہے کہ تم لوگ آخری رسول پر ایمان لا کر دنیا کی بستی مین اُمّت واحدہ بن چکے ہو، تمہارا فرض ہے کہ اللہ کی ربوبیت کا اپنے اعتقاد و عمل سے اظہار کرو، اور زندگی کے ہر مرحلہ پر اسی کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھو،

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ
اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ـ

اور جو لوگ کہتے ہین کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے لیئے ہمارے
جوڑون سے اور ہماری آل اولاد سے آنکھ کی ٹھنڈک بخشدے اور
ہمین متقیون کا امام بنا دے، (پ ۱۹ ۔ ع ۴)

دنیا مین انسانون کو اپنی جان کے بعد سب سے زیادہ پیاری چیز اس کی عزت و آبرو ہے، آدمی اپنی عزت کے لیے کیا کچھ نہین کرتا، پھر اس کے بعد انسان اپنی خانگی زندگی کی خوشگواری کے لیئے بیتاب رہتا ہے، اور اپنی زندگی کے داخلی پہلو کو اس طریقہ پر گذارنا چاہتا

ہے کہ اس کی زندگی کا خارجی پہلو بھی تابناک اور روشن ہے، زن وشوئی کی زندگی، آل و اولاد کی زندگی اور متاہل زندگی اس حسن وخوبی سے گذرے کہ تمدن و معاشرت کی زندگی، سماج اور قوم کی زندگی اور اجتماع و ائتلاف کی زندگی خوشگوار ہو جائے، یہی زندگی کامیاب ہے، اسی زندگی کے لیئے دنیا مین ہمیشہ سے نیکون اور شریفون نے تمنا کی ہے، دنیا مین زن وشوئی کی زندگی گذارنے والے اور بال بچون کے پیدا کرنے والے کم نہین ہین مگر وہ لوگ ضرور کم ہین جن کے نزدیک زن وشوئی کی زندگی کا نتیجہ سراسر خیر و نیکی ہونا چاہیئے، جو اپنے جوڑون کے لیئے خوش بختی و خوش نصیبی اس بات مین سمجھتے ہین کہ ان سے ایسی صالح اور نیک اولاد ظہور پذیر ہو جو آنکھون کے لیئے نور اور دل کے لیئے سرور ہو، اپنے لیئے باعثِ مسرت خوشی و تسکین ہو، اور غیرون کے لیئے باعث فخر و سکون ہو، اپنی آنکھ بھی ٹھنڈی ہو دوسرون کی آنکھ بھی ٹھنڈی ہو، ماں باپ اور بچے دین و دیانت، ایمان و امانت، صدق و صداقت اور حیا و عفت کے سانچے مین ڈھلے ہون، پورا گھرانا نیکون کے لئے راہبر بنے، سچون کے لئے پناہ ثابت ہو، اور ایمان دارون کی پشت پناہی کرے، اور نہ صرف یہ کہ خود نیک ہو، بلکہ نیکون کی سرداری و پیشوائی کا فخر اسے حاصل ہو،

اے انسانو! دنیا مین ازدواجی زندگی کا صحیح مفہوم اگر سمجھ سکتے ہو تو سمجھو، اور اگر اس کے مطابق عمل کر سکتے ہو تو کرو، نیک جوڑے کی طرح زندگی بسر کرو، نیک اولاد کی دعا مانگو اور نیک ارادون سے آل اولاد کی پرورش کرکے اپنی متاہل زندگی کو دیانت و تقویٰ کے لیئے پشت پناہ بناؤ، تاکہ تمہارا گھرانا دنیا مین عز و شرف کا تمغہ حاصل کرکے آخرت مین سرفراز و سربلند ہو،

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ

Scanned by CamScanner

قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ
أَجْمَعِينَ. قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ، إِنَّا نَطْمَعُ
أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ۔

جادوگرون نے کہا کہ ہم نے مان لیا عالم کے پروردگار کو جو موسیٰ و ہارون کا پروردگار ہے، فرعون نے کہا کہ میرے حکم دینے کے پہلے ہی تم لوگ اس کو مان گئے، موسیٰ تمہارا بڑا ہے جس نے تم لوگون کو جادو سکھایا ہے، تم عنقریب جانوگے ین یقیناً تمہارے ہاتھون اور پیرون کو کاٹ دون گا، اور تم سب کو سولی دون گا، ان لوگون نے کہا کوئی ڈر کی بات نہین ہے، ہم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے، ہم امید رکھتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤن کو معاف فرمائے گا، کیونکہ ہم پہلے مومن ہین،

(پ ۱۹ - ع ۷)

زندگی کے دن پھرتے دیر نہین لگتی، اور اس بارے مین امکانات و توقعات کا معاملہ کوئی بنیادی معاملہ نہین ہے، جب قسمتون کا پانسا پلٹتا ہے، تو اسباب و وجوہ کی اثر اندازی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے شان و گمان یک بیک حالات بدل جاتے ہین اور دنیا کی نظر حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہے کہ یہ کیا سے کیا ہو گیا، دلون کی دنیا مین انقلاب و تغیر کے بارے مین عموماً یہی صورت رونما ہوتی ہے، اس کی مثال ہمارے آپ کے سامنے آتی رہتی ہے، اور ہم دیکھتے رہتے ہین کہ ذہنون کی دنیا مین انقلاب آتے دیر نہین لگتی، قرآن حکیم فراعنۂ مصر کے تابناک دور کا ایک واقعہ بیان فرما کر اس حقیقت کو واضح فرما رہا ہے کہ جب کسی قوم

یا کسی فرد کی قسمت جاگتی ہے تو کس طرح آناً فاناً کام ہوتا ہے، وہی جادوگر جو اپنے فن کے امام تھے مملکت مصر بھر مین چن چن کے فن کا شہرہ تھا اور جو چن چن کر حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کے لئے شہنشاہ مصر کے دربار مین لائے گئے تھے جن کو خود اپنے فن پر اس قدر اعتماد و ناز تھا کہ وہ اپنے کو پہلے ہی سے سو فی صدی کامیاب سمجھتے تھے اور جنھون نے فرعون سے اپنی محنت کا پھل چکھنے کا وعدہ لے لیا تھا جب وہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ پر کھل آئے تو ان پر حق کھل گیا، حقیقت واضح ہو گئی اور آنکھ پر جتنے پردے پڑے تھے، ایک ایک کر کے ہٹ گئے، دلون کے قفل کھل گئے اور زبان آزاد ہو گئی۔ اور حق کی روشنی مین باطل کے جتنے مظاہرے تھے نگاہون سے نہان ہو گئے، نہ فرعونی ہیبت آڑے آئی، نہ انعام و اکرام کا تصور باز رکھ سکا۔ اور نہ نتیجہ کی نزاکت روک پیدا کر سکی، بلکہ شکست دینے والے شکست کھا گئے، فتح کرنے والے مفتوح ہو گئے، اور شکار کو آنے والے شکار بن گئے، بتاؤ کہ ان کے دلون کی دنیا بدلنے مین کتنے سکنڈ صرف ہوئے، کتنی ساعتین لگین، کتنے منٹ گذرے، پہلے سے نہ خود اس کا تصور، نہ بلانے والون کو اس کا وہم و گمان، نہ خود حضرت موسیٰؑ کے دل مین کوئی خیال مگر قدرت مسکرا رہی تھی کہ رہے سب دیکھتے رہو، تماشا ہم دکھاتے ہین، دل تو گویا اللہ کی دو انگلیون مین ہے، اسے وہ جیسے چاہے الٹے پلٹے تقدیر و قسمت کا مسئلہ بھی ایسے مقامات پر بہت صفائی سے حل ہوا کرتا ہے، اور اقرار و تسلیم کے سوا چارہ نہین ہوتا۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ
السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔

یہ لوگ دو مرتبہ اپنا اجر پائین گے، اس وجہ سے کہ وہ صبر کرتے تھے اور برائی کو نیکی کے ذریعہ دفع کرتے تھے اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی تھی اس مین

Scanned by CamScanner

سے خرچ کرتے تھے۔ (پ ۲۰ - ع ۹)

خدا کا قانونِ مجازات عام ہے، یعنی جو بھی انسان نیکی کریگا اس کے مطابق نیک جزا پائے گا اور جو بھی انسان برائی کرے گا اس کے موافق بری جزا پائے گا۔ اس قانونِ مجازات میں ذرہ برابر کسی کے لئے لچک نہیں ہے، بلکہ وہ اٹل حقیقت ہے۔ البتہ نیک اعمال کی جزا کے معاملہ میں قانون کی خانہ پری کرنے کے بعد فضل خداوندی اگر چاہے تو انعام و اکرام کے طور پر مزید نوازش کرسکتا ہے۔ اور اس بارے میں اس پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا ہے جہاں تک برے اعمال کا تعلق ہے، ان کا بدلہ بھی پورا دیا جائے گا۔ اور ذرہ برابر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

قرآن حکیم یہاں پر ایسے برگزیدہ انسانوں کا تذکرہ فرمارہا ہے جن کو ایک مرتبہ تو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور پھر اس کے بعد فضل خداوندی اور رحمتِ ایزدی اُن کی حُسن کارگذاری پر مزید فضل و انعام کے طور پر دوہرا بدلہ دے گی، کیونکہ ان میں کچھ ایسی نیک عادتیں ہیں جو ان کو دوسرے مستحقین سے ممتاز کرتی ہیں، (۱) ان میں صبر کی صفت ہے، (۲) وہ برائی کرنے والے کی برائی سہکر نیک بدلہ دیتے ہیں، اس میں ایک چیز صبر اور دوسری چیز احسان ہے، (۳) اپنی کمائی میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اور اپنے نوالے میں اپنے غریبوں، محتاجوں اور مستحقوں کا حق سمجھتے ہیں، مسلمانو! ایسی عادتیں تم بھی پیدا کرو اور دوہرے اجر کے سزاوار ٹھہرو۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔

اور جب وہ لغویات سنتے ہیں تو یہ کہہ کر ان سے اعراض کرتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، تم سلامت رہو، ہم جاہلوں کو

نہیں چاہتے۔ (پ ۲۰ - ع ۹)

شرافت اور کریم النفسی انسانیت کے لئے بہترین زیور ہے، اگر یہ بات آدمی میں نہیں ہے تو بڑی حد تک اس کی انسانیت بے بہرہ ہے، اسلام انسانیت کو پورے طور پر آراستہ و پیراستہ کرنا چاہتا ہے، وہ نیکی کا حکم کرتا ہے، نیکوں کے واقعات بیان کرتا ہے، اور نیکی کے نتائج کی خوشگواری سے بھی باخبر کرتا ہے، قرآن حکیم اخلاق و انسانیت کا سرچشمہ ہے، اس میں ذاتی اور اجتماعی زندگی کے لئے ان گنت اخلاقی اور روحانی اصول ہیں، یہاں اس کریم و محترم گروہ کا تذکرہ فرمایا جارہا ہے جن کی شرافت کا حال یہ ہے کہ وہ خود تو لغو اور لایعنی باتوں میں کیا پڑیں گے، جب کبھی کسی ایسی جگہ سے گذرتے ہیں جہاں لوگ لغویات میں مصروف رہتے ہیں، تو انہیں دیکھنے اور سننے تک کو گوارا نہیں کرتے، اگر کوئی ان سے الجھتا ہے تو با سلام کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں، اور خاموش کرنے کے لئے کہدیتے ہیں کہ ہم سے حجت مت کرو، ہم اپنے اعمال و خیال کے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے اعمال و خیال کے ذمہ دار ہو، ہم اس سے زیادہ بات کرنا نہیں چاہتے، کیونکہ گنوارپن، الڑھ پن اور کمینہ پن سے ہم جیت نہیں سکتے۔

اگر مسلمان اخلاق و شرافت کی حفاظت کے لئے یہی رویہ اختیار کریں اور لغویات یا لغو کام سے نفرت کریں اور بدکاروں اور لچوں کا ساتھ نہ دیں تو کیا کسی بستی میں برائی کا نام و نشان مل سکے گا۔؟

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ،

اے میرے وہ بندو جو ایمان لا چکے ہو، میری زمین بہت وسیع ہے، اس لئے میری ہی عبادت کرو، ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے، پھر تو تم سب میرے ہی پاس لوٹ

Scanned by CamScanner

کراؤگے۔

(پ ٢١ - ع ٢)

عبدیت و خدا پرستی کی زندگی گزارنے کے سلسلے مین اس قسم کے خدشات عبث ہین کہ اگر دین پر عمل کیا جائے گا تو آج کی دنیا مین رہنا مشکل ہو گا، اس دور مین مذہب کا گذر نہین ہے، اس زمانہ مین بھلا آدمی نیکی کر کے کیسے زندہ رہ سکتا ہے آج جب کہ ہر موڑ پر نئے نئے تقاضے پیدا ہو رہے ہین، مذہب ہماری زندگی کو کیسے سکون دے سکتا ہے۔ اس قسم کی باتین اس ذہنیت کا نتیجہ ہین، جو ہر انقلاب کے چکر کے ساتھ گردش کرتی رہتی ہے، اور خود اس کا اپنا کوئی مقام نہین ہے، اور نہ کسی ٹھوس بنیاد پر قائم ہے، کیونکہ وہ گری ہوئی ذہنیت ہے، اور اس مین عزم و ارادہ اور بلندی و عروج کی کوئی مقدار نہین ہے، بخلاف اس کے جو لوگ اونچے دل و دماغ کے ہین، وہ دنیا مین نہایت اصولی زندگی گذارنا چاہتے ہین، ان کے لئے دین و دیانت پر عمل کرنا کوئی مشکل نہین ہے، بلکہ وہ ہر مقام اور ہر وقت مین اپنے اصول پر قائم رہ کر اپنا سکہ جما سکتے ہین، اللہ تعالیٰ اپنے ایسے ہی بندون اور ارباب عزیمت سے فرما رہا ہے کہ تم اپنے روحانی اصول پر جمے رہو، اگر کسی مرحلہ پر ماحول و معاشرہ کی طرف سے مزاحمت ہو تو تم میری دنیا مین اور جگہ تلاش کر لو، اور ہجرت کر کے اپنے اصول کی حفاظت کرو، اسی لئے مسلمانون پر فرض ہے کہ جب اُن کے دین پر پابندی ہو اور وہ مجبور ہو جائین، تو دوسری جگہ چلے جائین، مگر آج کے مسلمانون کو کیا کہا جائے گا جو خود اپنے دین پر عمل نہین کرتے، اور بے عملی و بے ایمانی کی زندگی گذارتے ہین، ان کے لئے خدا کی زمین مین گنجائش نہین ہے، کیونکہ وہ مظلوم نہین باغی ہین، اور باغی کے لئے پناہ کا کوئی سوال نہین،

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔

اور خدا کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی مین سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرو، اور تمہارے اندر آپس مین مودت و رحمت کو بنا دیا، بیشک اس مین غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیان ہین،

(پ ٢١ - ع ٦)

یہ دنیا اپنے ذرے ذرے مین اپنے پیدا کرنے والے کی بے شمار نشانیان رکھتی ہے، اس کے ایک ایک آئینے مین رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے دلائل کی کتنی ہی تصویرین رقصان ہین، مگر شرط ہے کہ دیکھنے والی نظر مین روشنی ہو، قدرت کی منجملہ آیات کے ازدواجی زندگی اور اس کے مظاہر اسکی دلیل ہین، جن مین غور کرنے کے بعد انسان اپنے پروردگار کی جناب مین شکر و عبادت کے لئے جھک جاتا ہے۔

یہ میان بیوی کا رشتہ جنسی زندگی کا علاقہ اور زن و شوئی کی ہم رنگی کیا ہے؟ کس نے دونون مین محبت و الفت کا اتنا شدید داعیہ پیدا کیا اور ایک کو دوسرے کے لئے امن و سکون اور صبر و قرار کا گہوارہ بنایا، باہمی محبت و مودّت کی نازک ترین گھڑی کس ذات کی وجہ سے انسانی زندگی کا خلاصہ قرار پائی؟ اور پھر وہ جسم و روح سے لیکر عواطف و رجحانات تک کے لئے دعوتِ تسکین ثابت ہوئی، اگر کوئی بالادست طاقت کام نہین کر رہی ہے تو پھر دونون مین اتنا شدید ربط کہان سے پیدا ہوا تھا۔ اور محبت و مودّت کی وہ ساعت کیسے بنی، جس مین دنیا کے تمام رشتے ہیچ ہو جاتے ہین، یہ رموز نہ کی ہین، ہر غور کرنے والے کے لئے دعوتِ توحید ہین اور ان مین اس کے لئے ظاہری سکون کی طرح دائمی سکون کی دنیا پوشیدہ ہے، اگر وہ چاہے تو اس راہ پر چل کر خدا پرستی کی پرسکون دنیا مین آباد ہو جائے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اور اے نبی کی عورتو! اپنے مکانون مین رہو اور جاہلیۂ اولیٰ کی طرح دکھاتی ہوئی نہ نکلو اور نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔

(پ ۲۲۔ ع ۱)

یہان امہات المومنینؓ ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے مسلمان عورتون کو چند اصولی اور بنیادی باتین بتائی جا رہی ہین، اور کہا جا رہا ہے کہ جو عورت بھی اسلام مین داخل ہے، یا ہو گی، اسے ان باتون کی پابندی کرنی پڑے گی، اور جو عورتین اسلام سے آزاد ہین اور دوسرے ادیان وملل اور دوسرے اصولِ زندگی سے وابستہ ہین وہ جو چاہین کرین، اس بارے مین ان سے کوئی خطاب نہین ہے،

مسلمان عورتون کی جگہ ان کا وہ گھر ہے جس کی وہ ملکہ ہین، یعنی ان کی ذاتی زندگی ان تمام ذمّہ داریون سے سبکدوش ہے جو مردون پر عائد ہین، اور جن کی وجہ سے مرد اور عورت مین ایک قائم ہے، ملون، کارخانون، بازارون، کونسلون، اسمبلیون، لڑائیون مین مردون کی ضرورت ہے، عورت کو ان سے کوئی تعلق نہین ہے، اگر کسی زمانہ مین عورت نے ان باتون مین حصّہ لیا ہے، تو اس سے عورت کی فطرت نہین بدل سکتی اور نہ اصول و قوانین ہی بدلے جا سکتے ہین،

تاریخ اسلام مین بیشمار عورتون نے علم و حکمت کی مسند کو زینت بخشی ہے، بہت سی مقدسات نے امامت و ولایت کے مقامات طے کئے ہین، کتنی مستورات نے سلطنت و حکومت کے فرائض مردون سے اچھے طریقہ پر انجام دیئے ہین، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہین، کہ عورتین اپنی فطرت سے آزاد ہو کر دنیا مین نئی مخلوق بن گئی ہین، اور ان کے فطری حقوق متغیر ہو گئے ہین، یہ جو کچھ آج نظر آ

بدروت اور جاہلیت اولیٰ کا مظاہرہ ہے کہ عورت حقوق نسوان کے نام پر بری طرح بگڑی یاری ہے اور مرد اسے بڑھا چڑھا کر معصیت و گنہگاری مین مبتلا کر رہا ہے،

عورت کا کام اپنے گھر مین آرام و سکون سے رہنا اور نماز و روزہ و زکوٰۃ کے ذریعہ روحانیت کو بلند کر کے اسلامی گھرانے کو نیکی مین آباد کرنا ہے، گھر کی شہنشاہیت عورت کے لئے بنت ہے، اسے حقوق کے نام پر مردون کے اس جال مین پھنسنے کی ضرورت نہین، جسے وہ اپنی آسانی اور سہل پسندی کی وجہ سے عورت کے لئے لگا رہا ہے،

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

تمہارے اموال و اولاد ہمارے پاس تمہارے لئے کوئی قربت پیدا نہین کر سکتے، مگر وہی شخص قربت حاصل کر سکتا ہے، جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے،

(پ ۲۲۔ ع ۱۱)

خدا کی جناب مین مال و دولت، نسل، خاندان، رشتہ اور کنبہ کام نہین دیتا، بلکہ اس کے یہان اعتقاد و عمل کی استواری اور یقین و کردار کی سازگاری کام آتی ہے، پس اس دنیا مین اگر کوئی آدمی کھاتا پیتا ہے، خاندان اور کنبہ رکھتا ہے، اولاد کی کثرت سے بہرہ یاب ہے، اور جاہ و حشمت کی ساری قدرین اس کے لئے حاصل ہین تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہین کہ وہ احکم الحاکمین کی جناب مین بھی عزت و عظمت کا مستحق ٹھہرے گا، بلکہ اگر اس کے اعمال و خیال مین سازگاری و استواری ہے تو پھر بارگاہ خداوندی مین اس کے لئے فوز و فلاح ہے ورنہ نہین،

اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ اسلام کے نزدیک دنیا مین جائز روزی کمانا اور اولاد پیدا کرنا

Scanned by CamScanner

نہین ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہان ہی باتون کو اپنی تخلیق کا منشا سمجھ لینا اور اسی خیال وفکر مین گمن رہ کر قدرت کے تمام اوامر ونواہی سے غافل ہو جانا سراسر تباہی وناکامی کا باعث ہے، پس جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مال و دولت اور خاندان ونسل مین دلچسپی لین گے وہ دنیا وآخرت مین کامیاب ہون گے، اور جو لوگ صرف نسل و مال کے غرور مین زندگی ختم کردین گے وہ فلاح وبنجاح تک نہین سکین گے،

آج مسلمانون کے پاس نہ مال ودولت اور نسل وخاندان کا غرور ہے اور نہ ہی ایمان وعمل کا سرمایہ ہے اگر اس صورت حال کے خلاف عمل نہ کیا گیا، تو آخرت کی طرح دنیا بھی چلی جائے گی حالانکہ ہمین ایسی زندگی بسر کرنی چاہیے جس مین دنیا وآخرت دونون کی بھلائی ہو،

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ
لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ
بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ

پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا اپنے بندون مین سے پسندیدہ لوگون کو پھر ان مین سے کچھ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوگئے، کچھ درمیانی راہ پر چلے اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیون کی طرف بڑھے یہی بڑا فضل ہے (پ ۲۲ - ع ۱۶)

دنیا مین دین ودیانت کی امانت ان ہی برگزیدہ انسانون کو سپرد کی جاتی ہے جس مین قدرت استعداد وصلاحیت دیکھتی ہے، خدا کے اوامر ونواہی کی وراثت ان ہی قومون اور جماعتون کو دی جاتی ہے، جو صرف اپنے دل ودماغ اور فکر وذہن کے اعتبار سے بہترین افراد واشخاص نہین ہوتی ہین، بلکہ عمل و کردار کے اعتبار سے بھی وہ دنیا مین منتخب ہوتی ہین

ابتدا مین اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی ذمہ داری ایسی ہی قوم کے سر ڈالتا ہے، جو اپنے عمل وفکر

مین یکتائے روزگار ہوتی ہے، مگر زمانہ گذرنے سے عموماً اس مین تین طبقے کے لوگ پیدا ہو جاتے ہین، (۱) وہ طبقہ جو بے راہ روی اختیار کر کے گمراہی مین پھنس جاتا ہے، اور مذہب کو پس پشت ڈال کر دنیا مین شتر بے مہار کی سی زندگی گذارتا ہے، یہ طبقہ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی مجرم ہوتا ہے۔ (۲) وہ طبقہ جو عمل وفکر کی اس بلندی پر تو نہین ہوتا، جس پر اسے ہونا چاہیئے، اور جسے کتاب اللہ مقرر کرتی ہے، مگر اس کے باوجود اس مین دین ودیانت کی باتین پائی جاتی ہین، اور وہ اپنی زندگی کو کسی نہ کسی درجہ مین دین وایمان سے وابستہ رکھتا ہے، (۳) وہ طبقہ جو زمانہ کے گذرنے اور حالات کے بدلنے سے بالکل متاثر نہین ہوتا، بلکہ یقین وعمل اور اعتقاد وکردار مین دور اوّل کی طرح چستی وچالاکی اور تازگی ظاہر کرتا ہے اور وہ لوگ ہر نیکی کی طرف دوڑتے ہین گویا یہ ان کا گم شدہ مال ہے، وہ اس اقدام مین ماحول کی سازگاری اور زمانہ کی بے راہ روی کا مطلق شکوہ نہین کرتے اور نہ حالات کی نامساعدت سے ہراسان ہوتے ہین، اگر غور کیا جائے تو اللہ کی کتاب قرآن حکیم، اور اس کے دین اسلام کے بارے مین یہی سنت جاریہ کام کر رہی ہے، اور آج بھی امت اسلامیہ ان ہی تین طبقون مین منقسم ہے، اگر تم سے ہو سکے تو سب سے آخری طبقہ کا ساتھ دو۔ اور دنیا مین نیکی پھیلا کر اپنی ذمہ داری کو پورا کرو، اور دنیا مین عزت وآبرو کی زندگی بسر کرو۔

وَلَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ، وَاِنْ
مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـــُٔوْسٌ قَنُوْطٌ۔

انسان اپنے لیۓ بھلائی کے مانگنے سے نہین اکتاتا ہے، اور اگر
اسے برائی چھو بھی دے تو بالکل ناامید و نامراد بن جاتا ہے۔

(پ ۲۶ - ع ۱)

یہ دنیا ہے، یہان سردی بھی ہے گرمی بھی، خشکی بھی ہے تری بھی، مشکل بھی ہے آسانی بھی، آرام بھی ہے، تکلیف بھی، اُجالا بھی ہے اندھیرا بھی، نور بھی ہے ظلمت بھی، غرض کہ اس عالم کا دوسرا نام مجموعۂ اضداد ہے، جس کا وجود ان ہی اضداد سے قائم ہے، اگر دن ہی دن ہو تو نظام کائنات نہین چل سکتا، اگر رات ہی رات ہو تو زندگی نہین ابھر سکتی، اگر آسانی ہی آسانی ہو تو معیار نہین قائم رہ سکتا، اگر مشکل ہی مشکل ہو تو ربط و ضبط نہین پایا جا سکتا، غرض کہ ایک ہاتھ سے یہان تالی نہین بج سکتی، ایک رُخ سے کام نہین چل سکتا، اور ایک پہلو کسی طرح یہان کی رنگینیون اور بوالعجبیون کو نہین نمایان کر سکتا، کیونکہ یہان تو رات دن کے پہلو ون مین ہزارون نظارے نمایان ہوتے ہین، سردی و گرمی کے رخ جدا جدا لذتین بخشتے ہین، مشکل و آسانی کا تقابل زندگی کی قدرون سے روشناس کراتا ہے۔

پس جب یہ دنیا اور اس کی تمام رنگینیان ضد و تقابل پر مبنی ہین، اور یہان یہ ہنگامۂ وجود اسی تماشائے اضداد کی وجہ سے برپا ہے تو پھر انسان ہمیشہ خیر ہی خیر کی تمنا مین کیون مرا جاتا ہے، اور احوال و ظروف کے تغیر و انقلاب کی زد سے کیون دور بھاگتا ہے، کیون ایسا نہین سوچتا کہ جب اس دنیائے انقلاب و تغیر مین رہنا ہے، اور عالمِ اضداد سے گذرنا ہے تو اس کی طرح وہ بھی سرد و گرم حالات کا مقابلہ کرے اور اچھے دنون کی خوشی مین اگر برے دنون کی ترشی و تلخی

آجائے تو یاس و قنوط اور نامرادی و ناامیدی کے دھارے مین بہ نہ جائے اور اس حقیقت کو بھول نہ جائے کہ نظامِ قدرت اسی طرح جاری و ساری ہے، اور اس سے تنگ آکر کے قنوط و یاس کا دامن تھامنا بہت ہی برا ہے، بلکہ لاکھون سال سے آباد اور کروڑون سال تک رہنے والی دنیا کی طرح ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیۓ۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا
اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ

وہی ذات ہے جس نے مومنون کے دل مین سکینہ نازل فرمایا تاکہ وہ
اپنے ایمان مین اور زیادہ بڑھ جائین۔ (پ ۲۶ - ع ۹)

امن و سکون خدا کی بہت بڑی دولت ہے، جس شخص یا جس قوم کو یہ دولت مل جاتی ہے، اسے اس دنیا مین بہت کچھ کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے، اور جو افراد یا جو قومین اس نعمت سے محروم ہو جاتی ہین اور ان کی زندگی پریشانی و بے چینی اور خوف و ہراس مین گذرتی رہتی ہے وہ اس دنیا مین ناکام زندگی بسر کر کے ناکام موت مر جاتی ہین، پس انسانی زندگی کی فلاح و نجاح اور اقبال و ترقی کے لیۓ امن و سکون ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، جب تک اس کی جڑین استوار نہ ہون گی زندگی کا کاروان کبھی منزلِ مقصود تک نہین پہونچ سکتا، امن و سکون کے نتیجہ مین اصلاحِ حال کا ظہور ہوتا ہے، اور جو قوم جن نظریات و خیالات کی حامل ہوتی ہے، اس مین ویسا ہی اصلاحی کارنامہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دنیا دار قومین امن و سکون پا کر دنیا وی اقبالمندی کی وارث ٹھہرتی ہین اور بعض روحانیت پسند ایمان دار قومین امن و سکون کی گھڑیون

ہیں، روحانیت و دیانت اور ایمان و احسان کے انتہائی معیار پر پہنچ جاتی ہے۔ مسلمان قوم دنیا میں وہ قوم ہے جس کے یہاں دنیا اور دین میں فرق نہیں ہے، اس لئے جب اسے امن وسکون کی دولت مل جاتی ہے تو پھر وہ ترقی کی منزلیں نہایت تیزی کے ساتھ طے کرتی ہے، اور اخلاق و دیانت کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتی ہے، مگر یاد رہے کہ امن وسکون سے وہی قوم فلاح و نجاح پا سکتی ہے جس کے اندر پہلے سے یہ صلاحیت و قابلیت کا مادہ ہو، ورنہ امن کے زمانہ میں وہ اور اودھم مچائے گی، اور انسانیت و شرافت کی مٹی پلید کرکے رکھ دے گی، اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان امن وسکون کی فضا پیدا کریں اور آگے بڑھیں۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم
بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا

اور وہی ذات ہے جس نے اہل مکہ پر تمہاری فتح یابی کے بعد تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔ (پ ۲۶ ع ۱۱)

امن وامان کی زندگی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، پھر قوموں، ملتوں اور نظریوں کی لڑائی سے مامون و محفوظ رہنا تو بہت ہی بڑی نعمت ہے، اور اس کا اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے، جب کہ کسی قوم کو کسی بڑی طاقت یا برابر کی طاقت کے ساتھ ٹکر لینی پڑے اور زندگی کا بیڑا سلامتی کے ساتھ پار ہو جائے، دیکھو تو آج جب کہ ساری کائنات

بہت دگرگوں ہے، اس کی قیمت کس قدر اہمیت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے، امن و امان کی تلاش میں انسانیت سر تو باندھ کر نکل پڑی ہے، مگر کہیں بھی امن سکون کا نشان نہیں ملتا۔

اللہ اس احسان مندی کو نمایاں فرماتے ہوئے فرماتا ہے کہ خدا ہی کی ذات ہے جس نے ایک وقت انسانوں کو ایک بہت بڑے خون خرابہ سے بچا لیا، ورنہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ انسان کس گھاٹ اتر جاتا، مکہ کی فتح کا معرکہ کس قدر عظیم الشان معرکہ تھا، دنیا کے آخری نظام انسانیت سے ٹکرانے والوں پر فتح دی گئی تھی، اس نظام کے حامل اپنے ظالموں پر پوری طرح قابض و دخیل ہو گئے تھے، اگر اس موقع پر دو دو ہاتھ چل جاتے تو کیا عالم ہوتا، اور دنیا کا موجودہ نقشہ کس طرح بنایا جاتا، لیکن خدا کی ذات تھی جس نے اس نازک وقت میں امن و امان کی فضا قائم فرما دی، یہ خدا ہی کی توفیق کا نتیجہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمۃ للعالمینی ظاہر فرما کر امن و امان قائم فرمایا۔

پس آج کے امن و امان کے طلب گارو! تم بھی خدا کی طرف رجوع کرو، وہی امن و امان کی دولت عطا فرما سکتا ہے، اور اس کے فضل و کرم سے تم مامون و بے خطر زندگی گذار سکتے ہو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس لئے تم لوگ اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر

رحم کیا جائے۔

(پ ۲۶ - ع ۱۳)

اسلام دنیا کی عالمگیر انسانی برادری میں وہ ذہن و شعور پیدا کرنے آیا ہے جس میں اجتماعی زندگی کی بلندیاں پوری آب و تاب کے ساتھ اُجاگر ہو جائیں اسلام کی دعوت کی بنیاد انسانی برادری کی ہمہ گیری پر ہے، وہ جو کچھ کہتا ہے، عام انسانی نقطۂ نظر سے کہتا ہے۔ اُس کی تعلیمات میں نسل و خاندان کی حدبندیاں، ملک و قوم کی خلیجیں اور جغرافیائی آب و ہوا کی دشواریاں کوئی درجہ نہیں رکھتیں، اسلام کا منشا یہی ہے کہ پوری انسانیت فلاح و نجاح کی آغوش میں تربیت پاتی رہے اور اُس کے عملی اور عقلی قویٰ اسلامی شعور و احساس سے مالامال ہوتے رہیں، تاکہ اس کی ہر حرکت میں امن و سلامتی اور بھائی چارگی کی نمود ہو، اسلام کا کلمۂ جامعہ اپنے دامن میں ساری انسانیت کی وسعت رکھتا ہے، اور جو پروگرام پیش کرتا ہے تاریخی ادوار اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر پیش کرتا ہے،

وہ کہتا ہے کہ پہلے یہ عقیدہ پیدا کرو کہ سارے انسان بھائی بھائی ہیں اور پھر اسی عقیدہ و یقین کو عملی شکل میں اجاگر کرو، یعنی اپنے بھائی کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ، اور خدمت انسانی کا ابتدائی مرحلہ اصلاحِ حال کی کوشش ہے، وہ ذہنی اصلاح ہو یا عملی اور سیاسی اصلاح ہو، اصلاح میں زندگی کے ہر ہر پہلو کی اصلاح آگئی، پس ایک مسلمان کا مقام انسانیت کے خادم ہونے کا ہے، وہ ایک معمولی درجہ کا عامی آدمی ہو یا امیرالمومنین اور خلیفہ ہو، اسے اپنے کو خادم ہی کی حیثیت سے پیش کرنا ہوگا اور انسانی اصلاح کے لئے ہمہ تن خدمت بننا ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن
يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن
يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

اے مومنو! تمہاری کوئی جماعت کسی دوسری جماعت کا ٹھٹھا نہ اڑائے ہو سکتا ہے وہ قوم اس قوم سے اچھی ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا ٹھٹھا اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان عورتوں سے بہتر ہوں۔

(پ ۲۶ - ع ۱۴)

اصلاح بین الناس ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدین النصیحۃ دین تو خیر خواہی اور انسانی اصلاح کا نام ہے۔ اسی لئے اسلامی معاشرہ میں اگر کہیں فساد پھوٹے تو اور شر و فساد برپا کرنے کے بجائے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس میں نرمی اور آسانی ہو، تلخ نوائی نہ ہو، سمجھانے بجھانے کا لہجہ نرم و نازک ہو، باتیں پیار و محبت کی ہوں اور طریقۂ کار نہایت ہی دلنشین ہو،

پس اس بات کے پیش نظر ہر قسم کی اصلاح حال کے لئے نہایت ہی ذمہ دارانہ روش کی ضرورت ہے، یہ کام طعن و تشنیع کرنے اور برا بھلا کہنے سے نہیں ہوگا، بلکہ نرمی کے ساتھ سمجھانا بجھانا چاہیئے، کسی کام پر کسی قوم یا جماعت کا مذاق اُڑانا، اس پر آوازے کسنا، بولی بولنا، تعریض کرنا، آنکھ مارنا اور ایسی حرکت کرنا جو بجائے اصلاح حال کے مزید فساد کا باعث ہو ناجائز ہے، کیونکہ ان باتوں سے اصلاح نہیں ہوگی، بلکہ چڑھ پیدا ہو جائے گی، اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو کر عقل و خرد کو سوچنے سمجھنے سے بیگانہ کر دے گا۔

Scanned by CamScanner

مزید بران کسی جماعت کو کسی حالت مین دیکھ کر اس کا مذاق کرنا اور اپنے کو اس سے بہتر سمجھنا نہایت ناعاقبت اندیشی اور بے وقوفی کی بات ہے، کیا معلوم حالات کے بدلنے مین کیا دیر لگے، اور صورتِ حال کی تبدیلی کا کیا نتیجہ نکلے؟ ہو سکتا ہے کہ ہنسنے والون کی زندگی خود ہنسے جانے کے قابل ہو جائے، اور بولی بولنے والے اس درجہ گر جائین کہ دوسرے لوگ ان پر آوازے کسنے لگین، پس مسلمانون کی باہمی زندگی کو ہمیشہ سدھارنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور کسی کی حالت پر ہنسی مذاق کا رویہ نہین اختیار کرنا چاہیئے، اُن مُلاؤن کو کون سمجھا سکتا ہے جو صرف اپنے مقابل کا مذاق ہی نہین اُڑاتے بلکہ اس کی توہین و تذلیل کے لیئے ہر حرکت کو جائز سمجھتے ہین، حتیٰ کہ کفر بازی بھی ان کے نزدیک جائز ہوتی ہے،

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ
لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہین کہ اے ہمارے پروردگار! ہمین بخشدے، اور ہمارے ان بھائیون کو بخشدے، جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہین، اور ہمارے دلون مین ان لوگون کے لئے دشمنی نہ رکھ، جو ایمان لا چکے ہین، اے ہمارے پروردگار! بیشک تو رؤف و رحیم ہے۔ (پ ۲۸ ع ۴)

یہان ذکر ہو رہا ہے کہ مالِ غنیمت کن مسلمانون کو ملنا چاہیئے، اوپر کی آیتون مین ان کے مستحقین کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، پھر اس کے بعد بتایا جا رہا ہے کہ بعد مین آنے والون کو بھی اس مین سے حصہ ملے گا، جو اپنے اگلون کے باغی نہین ہین، اور ان کے بارے مین برے خیالات نہین رکھتے، بلکہ تمام مسلمانون کے لیئے خدا سے مغفرت کی دعا کرتے ہین، جو ان سے پہلے عہدِ رسالت کے بعد گذر رہے ہین، ساتھ ہی یہ دعا فرماتے ہین کہ اے خدا! ایمان والون کے لیئے ہمارے دل مین حسد و عداوت اور دشمنی نہ پیدا فرما کہ ہم مسلمانون کو برا بھلا کہین اور اپنے دینی بھائیون کے بارے مین بری زبان کھولین، جو مسلمان گذشتہ اور موجودہ مسلمانون کے متعلق اس قسم کے خیالات رکھتے ہین، وہ مسلمان اسلام کی بین الاقوامی دولت سے حصہ نہ پا سکین گے، اسی لئے امام مالکؒ نے فرمایا ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر مین ہے، کہ مسلمانون مین اگر کوئی اس گروہ مین ہو، جو سلف صالحین اور صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہے تو اسے مسلمانون کے مالِ غنیمت سے کوئی حصہ نہین دیا جائے گا۔

مسلمانو! غور کرو کہ مسلمانون کو برا بھلا کہنے والون کی محرومی کس درجہ بڑھی ہوئی ہے، اور ایسے لوگون کو دنیا مین بھی اسلامی دولت سے کوئی حصہ نہین ہے، پھر آخرت مین ان کا کیا حال ہوگا، خیر اسی مین ہے کہ کسی کلمہ گو کو دینی حیثیت سے برا بھلا نہ کہو اور کافر و فاسق نہ بناؤ، ہان وعظ و نصیحت اور مواعظہ و ذکری کے طور پر لوگون کو نصیحت کیا کرو، مسلمانون کو کافر بنانا بہت ہی خطرناک گناہ ہے، اس سے دنیا و آخرت کی خرابی ہوتی ہے،

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

قیامت کے دن تمھین تمھاری قرابتین اور تمھاری اولاد نفع نہین دین گی، وہ فیصلہ کرے گا تمھارے درمیان، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھنے والا ہے،

(پ ۲۸۔ ع ۷)

اسلام کا قانونِ مجازات عدل و انصاف پر مبنی ہے، اور ہر انسان اپنے کیئے کو دیکھے گا، نہ ایک کی نیکی دوسرے کے کام آئے گی اور نہ کسی کی بُرائی دوسرے کے لیئے مضر ہوگی، بلکہ ہر شخص اپنے عمل کی جزا پائے گا، اسلام کے کسی قانون مین نسل و ذات کا عمل دخل نہین ہے، اور نسل پرستی کی لعنت سے اس کا ہر اصول پاک ہے، اور جس طرح دنیاوی قوانین مین نسل و قرابت کا پاس نہین ہے، اسی طرح اخروی نظام مین اس کا کوئی اعتبار نہین ہے، شفاعت و سفارش برحق ہے اور خداوندی رحمت و برکت کا فیض مسلّم ہے، اگر یہ باتین نہ ہون تو پھر انسانیت کا بیڑا پار ہونا مشکل ہے، مگر جہان تک اصول و قانون کا تعلق ہے، وہ اپنی جگہ پر اٹل ہے، اور اس مین کسی کے لیئے کوئی لچک نہین ہے، اسی لیئے سرورِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے، کہ

"اے فاطمہ! عمل کرو عمل کرو! تمھارا عمل ہی تمھارے کام آئے گا، یہ نہ سمجھنا کہ محمد کی بیٹی بلا پرسشِ اعمال اور بغیر حساب و کتاب کے جنت مین داخل ہو جائے گی!"

غور کرو جب جنتی عورتون کی سردار کے بارے مین سردارِ دوعالم کا یہ فرمان ہے تو پھر دوسرے کو اس سے آزادی کہان مل سکتی ہین، خوب یاد رکھو کہ کل قیامت مین یہ تمھارے آج کے کھاتے پیتے دن نہ ہون گے، اور تم ان مین اپنا اثر ظاہر کر سکو گے، بلکہ قیامت کا وہ دن ہوگا جو سب کے لیئے اجنبی ہوگا، اور کسی سے اس کا یارا نہ ہوگا، ایسے سخت اور اجنبی دن کے لیئے جو کچھ کرنا ہے کر لو، ورنہ کفِ افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اے ایمان والو! کیا مین تم کو ایسی تجارت بتادون جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ چیز تمھارے لیئے بہت بہتر ہے، اگر تم لوگ جانتے ہو۔

(پ ۲۸ ع ۱۰)

خسران و نقصان کی زندگی کوئی زندگی نہین ہے، بلکہ حقیقی زندگی تو وہی ہے، جس مین زیان و خسران کا کوئی سوال ہی نہین، اس لیئے حیاتِ دنیا مین زیادہ سے زیادہ نفع بخش حالات کے فراہم کی کوشش کرنا ہر زندہ انسان کا فرض ہے تاکہ

حیات آخرت مین فائدہ مندی اور نفع اندوزی ہو سکے اور انسان اپنی زندگی کو طریقون پر کامیاب کر سکے ،

قرآن حکیم نے حیاتِ انسانی کو فائدہ پہونچانے اور اسے ہر قسم کے نقصان و خسران سے آگاہ کرنے کا ذمہ لیا ہے، اس لیے کہ وہ انسانی زندگی کے سعادت کی تعلیم دیتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ انسان قبول کرے یا نہ کرے، اور اس پر عمل کرکے اپنے کو نقصان سے محفوظ رکھے یا نہ رکھے. قرآن حکیم کے نزدیک عقبیٰ کی کامیابی اس بات مین ہے کہ انسان عذاب سے نجات پائے اور آخرت کی دائمی زندگی کو خوشی ومسرت کے ساتھ گذارے، اور یہ حیات دنیا حیات عقبیٰ ہی کے لیے برپا کی گئی ہے، لہذا دنیوی زندگی کے لیے بہترین تجارت اور نفع بخش سودا یہی ہے کہ انسانی گروہ اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور مال و دولت بلکہ جان تک کو اللہ کی راہ مین وقف کرے جب تک انسان ایمان و دیانت کے اس بلند مقام پر نہ ہوگا، وہ حقیقی نفع کا سزاوار نہین ہو سکتا، اور اسے کامیاب انسان نہین کہا جا سکتا،

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، تو اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے اس طور سے روزی دیتا ہے کہ وہ سوچ بھی نہین سکتا ہے، کہ اس طرح روزی ملنے والی ہے۔ (پ ۲۸ ۔ع ۱۷)

تقویٰ اور خدا ترسی اس دنیا کے لیے بھی بڑی اچھی چیز ہے اور آخرت کے لیے بھی سرمایۂ فوز و نجاح اور متاع کامیابی و کامرانی ہے، قرآن حکیم تقویٰ کا دنیاوی فائدہ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ اس دنیا مین خدا ترسی کی زندگی گذار کر امن و صلاح، سلامتی، اخلاق و روحانیت، دین و دیانت اور قابلیت و صلاحیت کی راہ پر چلتے ہین، وہ دنیا کی بنیادی ضروریات مین پرسکون و پر امن ہوتے ہین، اس دنیا مین کامیاب زندگی کے لیے اگر غور کرو تو دو ہی بنیادی چیزین ہین، ایک امن اور دوسری روزی، ان دونون حقیقتون کے ماتحت ساری حقیقتین آ جاتی ہین، اور دوسری تمام ضروریات ان ہی دونون کی فروعات ہین،

قرآن حکیم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ جو لوگ اس دنیا مین خدا ترسی، صلح و سلامتی کی راہ پر چلتے ہین ان کے لیے زندگی کے ہر نازک موڑ پر فلاح و نجاح کی راہ پیدا ہو جاتی ہے، اور مرد مومن و متقی ہر مصیبت سے خلاصی کی راہ پا جاتا ہے، زندگی کا کوئی ایسا کٹھن مقام نہین آتا جہان وہ اپنے خدا کے تعاون و توفیق سے محروم ہو اور اسے نجات کی کوئی صورت نہ دکھائی دیتی ہو،

دوسری چیز یہ ہے کہ متقی و خدا ترس انسان وسائلِ رزق اور معاشی معاملات مین کبھی محرومی و حرمان نصیبی کا منہ نہین دیکھتا، بلکہ وہ ایسے راستون سے روزی حاصل کرتا ہے، کہ خود اسے گمان تک نہین ہوتا، کہ میرے لیے ان وسائل سے روزی کا سامان ہوگا اور میرے لیے میرا خدا اس طرح غیب سے روزی کا سامان فراہم کر دے گا. پس اے مسلمانو! اگر تم آج کسی بلا مین گرفتار ہو اور اس سے نجات کی راہ تمھارے سامنے مسدود ہے اور ساتھ ہی وسائلِ رزق سے بھی تم محروم ہو اور جینے کی راہین تم پر بند ہین تو تقویٰ

اور خدا ترسی کی زندگی گزارو اور اپنے کو اس قابل بناؤ کہ یہ دونون بلائین دور رہو جائین

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ، نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ،

جس دن کہ اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگون کو جو ان کے ساتھ ہین رسوا نہین کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور دائین طرف چلے گا، وہ کہین گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہمارے نور کو مکمل فرمادے اور ہمین بخشدے، تو ہر شئے پر قادر ہے، (پ ۲۸ ع ۲)

دنیا ہو یا آخرت حق پرست وحق شناس کہین رسوا نہ ہون گے، اور وہ کسی بھی حال مین ہون، حق شعاری وحقانیت نوازی کی برکت سے انھین ذرہ برابر کامی رسوائی لاحق نہ ہوگی، تم اس دنیا مین دیکھ لو کہ جو لوگ اس ذلیل ورسوا فضا مین بھی سچون کی زندگیان رکھتے ہین، ان کی زندگیان کس درجہ عزت واحترام اور امن وسکون سے گذرتی ہین، ان کے نیک اعمال کے نتائج ان کے لئے نیک حالات پیدا کرتے ہین اور ساتھ ہی اُن کو برے حالات سے بچاتے ہین، اسی طرح کل قیامت کی نفسا نفسی مین نیکون اور خداپرستون کو راحت ہوگی، ان کے اعمال ووظائف امن وسکون کے انوار بن کر نمودار ہون گے اور وہ ان کی روشنی مین نہایت اطمینان سے فلاح ونجات کی منزلین طے کرتے ہوئے دائمی نعیم کے ابدی مقام پر پہونچ جائین گے۔

تمت

(قادری پریس نور منزل محمد علی روڈ بمبئی ۳)